بیادگار: شریف الامت حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحب ؒ بانی جامعہ ہذا

جمادی الاول ۱۴۳۹ھ
مطابق
فروری ۲۰۱۸ء

جلد: ۲
شمارہ: ۲

ماہنامہ صدائے حق گنگوہ

مجلس سرپرستان

شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی مدظلہم شیخ الحدیث وناظم جامعہ ہذا

معاون مدیر
عبدالواجد الندوی
9412508475

مدیر انتظامی
مولانا قاری عبید الرحمٰن صاحب قاسمی

مدیر تحریر
محمد ساجد کھجناوری
09761645908

مجلس مشاورت

حضرت مولانا وسیم احمد صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ ہذا

حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مدظلہ استاذ حدیث جامعہ ہذا

زرتعاون

فی شمارہ	۳۰/روپے
سالانہ	۳۰۰/روپے
بیرون ملک	۱۵/امریکی ڈالر
سارک ممالک	۴۰۰/روپے
لائف ممبر	۵۰۰۰/روپے

خط وکتابت و ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور (یو۔پی) انڈیا
MAHNAMA SADA-E-HAQ GANGOH
JAMIA ASHRAFUL ULOOM RASHEEDI, GANGOH
Distt. Saharanpur (U.P.) India, Pin 247341
E-mail : sajidkhujnawari@gmail.com,sadaehaque313@gmail.com

آئینۂ مضامین

کالم	عناوین	مضمون نگار	صفحہ
حرفِ اولیں	دینی معاملات کا فیصلہ کون کرے اور کیسے کرے؟	مدیر مسؤل	۳
صدائے قرآن	تعدد ازدواج حکمتوں و مصلحتوں پر مبنی عمل	مولانا عبدالواجد ندوی	۷
صدائے حدیث	مسئلۂ تین طلاق	مرغوب الحق گنگوہی	۱۱
افادات	باب النهي عن استقبال القبلة	حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی	۱۸
مضامین	عورتوں پر مردوں کا ادب واحترام ضروری	ابوحذیفہ گنگوہی	۲۳
	طلاق کے متعلق معاشرہ میں بیداری کی ضرورت	مولانا مفتی محمد احسان رشیدی	۲۶
	مسئلۂ بنتِ حواء	مولانا عبدالواجد ندوی	۲۹
	اسلام، طلاق، نکاحِ بیوگان، تعدد ازدواج	مولانا منظر قاسمی	۳۲
خطبات	دوخوف	حضرت شیخ آصف حسین فاروقی	۳۵
منتخبات	مسائل وفتاویٰ	ادارہ	۴۲
بزمِ رفتگاں	حضرت الحاج حافظ شبیر احمد عالم پوریؒ	محمد ساجد کھجناوری	۴۴
جہانِ کتب	تصنیفات وتالیفات	حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم	۴۸

پرنٹر و پبلیشر مدیر (مولانا) خالد سیف اللہ (صاحب) نے ایم، ایس، سبھاش پریس 4/2731 چوک نواب گنج نزد کمپنی گارڈن سہارنپور سے طبع کرا کر دفتر "صدائے حق" جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ سے شائع کیا۔ (کمپیوٹر کمپوزنگ) محمد دلشاد رشیدی موبائل:9358199948

حرفِ اولیں

دینی معاملات کا فیصلہ کون کرے اور کیسے کرے؟

''اُمتِ مسلمہ کے لئے لمحہ فکریہ''!!!

مدیرِ مسؤل کی میز سے

مذہبِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور نظامِ زندگی فراہم کرتا ہے، جس میں انسان کو پیش آمدہ تمام مسائل، چاہے وہ اتفاقی ہوں یا اختلافی، سب کا حل پیش کرتا ہے، پھر وہ اختلاف دو شخصوں کا اختلاف ہو یا جماعت کا، خاندان کا ہو یا زوجین کا، جسے عائلی اختلافات سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، حسب ونسب کا اختلاف ہو یا ذات برادری کا، ملک کا ہو یا کسی تنظیم وادارہ کا۔

الغرض کسی بھی نوعیت کا اختلاف ہو، اگر اس بارے میں قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرنے اور عمل کرنے کا جذبۂ صادقہ موجود ہو تو یہ ناممکن ہے کہ قرآن کریم انسان کو اس بارے میں ہدایت نہ کرے، بلکہ اس کے لئے بھی ضرور کوئی نہ کوئی ہدایت موجود ہوگی، کیونکہ قرآن کریم قولِ فیصل ہے، فرقان ہے، تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (یعنی ہر چیز کی وضاحت وصراحت کرنے والا ہے) جو ہمیں اتحاد واتفاق کے ساتھ زندگی گزارنے کا اختلافات اور تفرقہ بازی سے بچنے کا اور باطل سے اجتناب کا واضح راستہ سمجھاتا ہے، اسی کا نام صراطِ مستقیم ہے، ہدیٰ ہے اور تبیُّن اور تذکُّر کا حکم دیتا ہے، یعنی حق تلاش کرنا، اور ہر طرح کے ظن وتخمین اور غلط خبر پر بلا کسی تحقیق یقین نہ کرنا اور فیصلہ نہ کرنا جو ایک محقق مؤمن کی صفت اور شان ہے، تاکہ صحیح اور تحقیقی بات پر اس کا نظریہ، قول، عمل قرار پائے اور اس کو صحیح بات معلوم پڑ جائے، اس کے بخلاف وہ لوگ جو تبیُّن وتذکُّر کا راستہ اختیار نہیں کرتے اور ظن وتخمین اندازہ اور گمان بنا لیتے ہیں اس لئے ان کو صحیح سمت معلوم نہیں ہوتی، صحیح اور واضح طریق سمجھ میں نہیں آتا، جیسا کسی نے بتا دیا اس پر بلا تحقیق کے یقین کر لیا اور گمان سے فیصلہ کر دیا، اس وجہ سے ایک قاضی اور حاکم کو حکم وقضاء کے لئے طرفین سے تحقیق کرنے کا حکم ہے، تاکہ دُوسرے پر غلط فیصلہ نہ ہو جائے اور اسی وجہ سے اس عہدہ کی زبردست اہمیت وحیثیت ہے اور قاضی اگر انصاف سے کام لے گا تو اس کا اجر وثواب بھی بہت زیادہ ہوگا اور اگر جور وظلم کرے گا تو گناہ بھی زبردست ہوگا، عدل وانصاف کا فیصلہ بغیر علمِ تام کے اور دلائل کی صداقت کے بغیر جانچے اور پرکھے نہیں کیا جا سکتا ہے، علم بھی ضروری ہے، تقویٰ بھی ضروری ہے نیز خوفِ خداوندی بھی ضروری ہے، تب ہی فیصلہ صحیح

وُرُست ہوسکے گا۔

اس لئے اللہ پاک نے حضرت داؤدؑ کوفرمایا: یَادَاوٗدُاِنَّاجَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَاتَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَانَسُوْایَوْمَ الْحِسَابِ (سورۃ ص، آیت ۲۶)۔

ترجمہ: اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے، سولوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا، اورآئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (اگرایسا کروگےتو) وہ خدا کے رستہ سے تم کو بھٹکا دے گی (اور) جولوگ خدا کے رستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا، اس وجہ سے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے (آسان تفسیر)۔

اورحضرت سلیمانؑ بھی فیصلہ فرماتے تھے اور اللہ پاک نے اس بارے میں آپ کو زیادہ فہم وفراست عطا فرمائی تھی، یہ ایک فضل الٰہی ہے جو باپ بیٹے کو عطا ہوا تھا۔

نیزارشادِباری ہے:اِنَّآاَنْزَلْنَآاِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآاَرٰکَ اللّٰہُ ط وَلَاتَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا (سورۂ نساء: رکوع ۱۲ آیت "۱۰۵")۔

ترجمہ: اے نبی ﷺ ہم نے آپ کے اوپر کتاب (قرآن کریم) حق کے ساتھ اُتارا ہے، تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس طرح فیصلہ کریں جو اللہ پاک نے آپ کو سمجھایا ہے، "دکھایا ہے، بتایا ہے" اور آپ خیانت کرنے والوں کے لئے طرف دار اور حامی نہ بنو۔

اسی طرح اللہ پاک نے اپنے سب سے بڑے نبی حضرت رسول کریم ﷺ کو فرمایا کہ ہم نے آپ کو علم دیا ہے وحی نازل کی ہے، لہٰذا اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمایا کریں اور ظاہر ہے کہ نبی پاک ﷺ کا علم تام اور کامل تھا اور تقویٰ اور خوفِ خدا اور فہم وتدبر، بصیرت فی الامور سب حاصل تھے، اس لئے ان کا فیصلہ الٰہی فیصلہ کا ترجمان اور شارح ہوتا تھا، جس کو تسلیم کرنا عین ایمان بلکہ ایمان کی جان اور رُوح تھا، ایمان مکمل ہونے کیلئے جس کا جاننا ضروری اور شرط ہے، لہٰذا اگر کوئی ایمان والا نبی پاک ﷺ کے فیصلہ اور حکم کو نہ مانے گا تو ایمان سے خارج ہوجائے گا اور ایسا شخص منافق ہوگا کہ بظاہر ایمان والا بنا رہے گا اور باطن سے منکر، جیسا کہ اس قسم کے لوگ عہد نبوی ﷺ میں بھی رہے اور بعد میں بھی رہے، لہٰذا ان ایمان والوں کو سوچنا چاہئے جو اپنے مؤمن ہونے پر یقین رکھتے ہیں اور پھر کتاب وسنت کے فیصلہ کو مولویوں کا فیصلہ یا مسئلہ قرار دیکر ان لوگوں کے ساتھ جاتے ہیں جو نہ علم شرعی

رکھتے ہیں اور نہ خوف وخشیت الٰہی وغیرہ اوصاف رکھتے ہیں، بلکہ ایمان سے بھی محروم ہیں، ان کے فیصلہ اور حکم کو تو ماننا پڑتا ہے، چونکہ ان کے ہاتھ میں قوت ہے، بلکہ اور کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے نزاعی معاملات کو حل کرتے وقت پیسہ صحت سب کچھ برباد کرتے ہیں، اور اس کے لئے خوش نظر آتے ہیں، تیار نظر آتے ہیں (العیاذ باللہ)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِیْدًا** (سورۂ نساء ’’آیت ۶۰‘‘)۔

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے جو اللہ نے آپ ﷺ کی طرف نازل فرمایا اور اس پر بھی ایمان لائے جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کیا گیا، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ شیطان کی طرف اپنا قضیہ لے جائیں، حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس کے منکر ہوں، اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو گمراہ کرکے دور کی گمراہی میں ڈال دے (انوار البیان رص: ۶۴۱ رج:۱)۔

امام شعبیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہودی اور مسلمان (منافق) کے درمیان کچھ خصومت اور نزاع تھا، یہودی نے کہا کہ ہم محمد ﷺ سے فیصلہ کرائیں گے، کیونکہ ان کے بارے میں سب جانتے ہیں نہ رشوت لیتے ہیں اور نہ جانب داری کا معاملہ کرتے ہیں، بلکہ وہ غیر جانب دارانہ رویہ اختیا کرتے ہیں اور بالکل حق اور سچ فیصلہ کرتے ہیں، مسلمان نے کہا کہ نہیں بلکہ یہود سے فیصلہ کرائیں گے، اس لئے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہاں سب کچھ چلتا ہے جیسا کہ آج کل عدالتوں میں سب چلتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی، آج کل بہت سے وہ لوگ جو اپنے معاملات کے لئے عدالتوں کا رُخ کرتے ہیں، اس آیت کی روشنی میں وہ غور کریں کہ وہ کیا ہیں جو ذرا ذرا سی بات پر وہاں جا کر کھڑے ہوتے ہیں، ایک جگہ ارشاد ربانی ہے: **فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا** (سورۂ نساء) (بغوی رص:۴۴۸)۔

سو قسم ہے آپ کے پروردگار کی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ آپ کو اپنے درمیان ہونے والے جھگڑوں میں آپ کو حَکَم بنائیں، پھر یہ لوگ اپنے اندر کسی قسم کی کوئی تنگی نہیں پائیں اور مکمل طور پر فرمانبردار ہو جائیں، یعنی فیصلہ نبویؐ پر جان ودل سے راضی ہوں اور تسلیم کریں تب ایمان کامل ہوگا۔

حضرت عروہ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ والد محترم حضرت زبیرؓ بیان کرتے تھے کہ ان کا ایک انصاری شخص کے ساتھ جھگڑا تھا حالانکہ وہ انصاری بھی مخلص تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر میں شرکت کر چکے تھے اور یہ جھگڑا حرہ

مقام پر ایک نالی کے سلسلہ میں تھا جس سے کھیت کیار کو سیراب کیا جاتا تھا، پہلے حضرت زبیرؓ کا کھیت تھا اور پھر ان کا کھیت تھا، جب دونوں کا نزاع ہوا کہ پہلے کون اپنا کھیت سیراب کرے تو یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے زبیر پہلے چونکہ تمہارا کھیت پڑتا ہے لہذا تم سیراب کرلو اور پورا پانی اُوپر تک نہ دینا تھوڑا سا سیراب کر کے ان کو موقع دیدینا، یہ سن کر وہ انصاری صحابی ناراض ہوگئے اور ان کی زبان پر کچھ نازیبا کلمات جاری ہوگئے کہ اپنے رشتہ داری کی وجہ سے ایسا فرمایا، حالانکہ یہ فیصلہ ایک فضل وکرم کا فیصلہ تھا اس میں دونوں کی زبردست رعایت رکھی گئی تھی، اس پر رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ اقدس بدل گیا اور فرمایا اے زبیر پہلے تم اچھی طرح سیراب کرو پھر جو بچے اس کو چھوڑو، اب یہ فیصلہ عادلانہ طور پر فرمایا، پہلا فیصلہ فضل وکرم پرمبنی تھا دُوسرا فیصلہ عدل وانصاف کی ترازو پر تھا، اس میں حضرت زبیرؓ کا حق مکمل وصول ہونے کی رعایت فرمائی گئی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی پھر دونوں حضرات کا گزر اتفاق سے کسی صحابی کے پاس سے ہوا جس کے ساتھ کوئی یہودی بھی تھا کہ سمجھ گیا کہ یہ اپنے نبی پر ناراض ہیں اس نے کہا اللہ ان لوگوں کو ہدایت کرے ایک طرف ان کو اللہ کا رسول بھی سمجھتے ہیں اور دوسری طرف ان کو فیصلہ میں متہم بھی سمجھتے ہیں، اللہ کی قسم ہم سے حضرت موسیٰؑ کے دورزندگی میں خطا ہوئی، بچھڑے کو معبود بنانے کی اور جب ہمیں توبہ کیلئے کہا گیا اور وہ توبہ بھی یہ تھی کہ اپنے آپ کو قتل کرو تو ہم نے اپنے ستر ہزار افراد قتل کئے، پھر رب تعالیٰ ہم سے راضی ہوئے، تو آج ہم حالات دیکھیں کہ ہماری کیا صورتِ حال ہے، کتنا دل وجان سے احکام الٰہیہ اور کتاب وسنت کی ہدایات کو دل وجان سے قبول کرتے ہیں اور اپنے علماء پر اعتماد کرتے ہیں۔

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ایمان کے مکمل ہونے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں پر راضی ہونا شرط ہے، کیونکہ آیت میں یُسَلِّمُوا تَسْلِیمًا کا جملہ واضح طور پر بتا رہا ہے کہ فیصلہ کے بعد راضی ہوجانا اور مان جانا ضروری ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء محققین مخلصین نائب ہیں رسول اللہ ﷺ کے، کیونکہ آپ کے بعد وہی قائم بکتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ ہمیں شریعت مقدسہ کے فیصلوں پر راضی ہونا اور دل وجان سے قبول کرنا ضروری ہے، اس میں وقت، مال، اور دوسری خرافات سے حفاظت ہے اور عذابِ الٰہی سے نجات فی الدین وابستہ ہے۔ اللہ پاک ہمیں کتاب وسنت اور اپنے علماء اہل حق کے پاس اپنے قضیوں کو لے جانے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر انکے فیصلوں کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین !!!۔

صدائے قرآن

تعدد ازدواج حکمتوں و مصلحتوں پر مبنی عمل

"زناکاری کے سدباب کے لئے شاندار لائحۂ عمل"

عبدالواجد رشیدی ندوی
خادم تدریس و رفیق ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

یہ حقیقت ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مرد کو عورت کے لئے اور عورت کو مرد کے لئے اور دونوں کو اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا ہے، لیکن ان کے لئے اللہ پاک نے ایسے حدود وقیود اور آئین وقوانین بھی تیار فرمائے ہیں جن پر عمل کرنا انکے لئے ضروری ہی نہیں بلکہ لازمی ولابدی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور انکو جنت میں ٹھکانہ عطا فرمایا تو حضرت آدمؑ جنت میں تن تنہا رہتے تھے، بچنانچہ پھر اللہ تعالیٰ نے ان ہی سے حضرت حواءؑ کو پیدا فرمادیا جب حضرت ابا محترم نے اپنے پاس ایک صنف نازک کو دیکھا تو دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ میں انکو مس کروں اور پکڑوں تو خالق کائنات نے فوراً منع فرمادیا تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین واُصول اپنائے جائیں، معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کے اندر اللہ پاک نے ایک دُوسرے کو سکون پہنچانے کا مادہ پیدا فرمایا ہے، اسی وجہ سے اللہ پاک نے زوجین کے معاملات کو اپنی بے شمار نشانیوں کے ایک نشانی قرار دیا فرمایا: وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ط (سورۃ الروم) اور اُسکی نشانیوں میں سے ہے کہ بنادیئے تمہارے واسطے تمہاری قسم میں سے جوڑے کہ چین سے رہو ان کے پاس اور تمہارے درمیان محبت ومودت قائم فرمائی، لہٰذا مرد کا عورت کے بغیر اور عورت کا مرد بغیر کام نہیں چل سکتا، اب دیکھئے کہ اللہ پاک نے انسانوں کو نکاح کرنے کا حکم دیا ہے، چھپ کر آشنائی کرنے سے قطعاً منع فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ الخ (سورۃ النساء) پھر اگر کسی کا کام ایک بیوی سے نہیں چلتا تو ایک سے زیادہ کی اجازت مرحمت فرمادی ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع کہ تم نکاح کرلو جو تم کو پسند ہوں دودو سے تین تین سے چار چار سے، لیکن زنا کی قطعاً اجازت نہیں، نیز ایسا بھی نہیں ہوگا کہ ایک بیوی سے محبت زیادہ کرو اور دُوسری سے کم بلکہ مکمل اعتدال کے ساتھ ان کے ساتھ رہنا ہوگا، اگر ایسا نہیں ہوگا تو بروز قیامت جواب دہی بھی کرنی ہوگی، جیسا کہ احادیث مبارکہ اسکے لئے شاہد عدل ہیں۔

اس سلسلہ میں مایۂ ناز مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ والدِ گرامی شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی اطال اللہ بقاءہٗ" صاحب معارف القرآن نے تعدد ازداوج پر مفصل ومبسوط مضمون تحریر فرمایا ہے جسکا خلاصہ ہے کہ قرآن کریم میں تعدد ازدواج اور اسلام سے پہلے اقوامِ عالم میں اس کا رواج ہمیشہ سے رہا ہے، یہ کوئی معیوب شیئ

نہیں ہے، پھر حضرت نبی کریم ﷺ پر واقع ہونے والے اعتراضات کے شافی وافی جوابات بھی تحریر فرمائے ہیں، جو آپ ﷺ کی عفت اور پاکدامنی پر دال ہیں، فرماتے ہیں: کہ ایک مرد کے لئے متعدد بیبیاں رکھنا اسلام سے پہلے بھی تقریباً دُنیا کے تمام مذاہب میں جائز سمجھا جاتا تھا، عرب، ہندوستان، ایران، مصر، بابل وغیرہ ممالک کی ہر قوم میں کثرتِ ازواج کی رسم جاری تھی، اور اس کی فطری ضرورتوں سے آج بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا، دورِ حاضر میں یورپ نے اپنے متقدمین کے خلاف تعدد ازدواج کو ناجائز کرنے کی کوشش کی، تو اس کا نتیجہ بے نکاحی داشتاؤں کی صورت میں برآمد ہوا، بالآخر فطری قانون غالب آیا، اور اب وہاں کے اہلِ بصیرت حکماء خود اس کو رواج دینے کے حق میں ہیں، مسٹر ڈیون پورٹ جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے، تعدد ازواج کی حمایت میں انجیل کی بہت سی آیتیں نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے: ان آیتوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا نے اس میں خاص برکت دی ہے۔

اسی طرح پادری نکسن اور جان ملٹن اور ایزک ٹیلر نے پرزور الفاظ میں اس کی تائید کی ہے، اسی طرح ویدک تعلیم غیر محدود تعدد ازواج کو جائز رکھتی ہے، اور اس سے دس دس تیرہ تیرہ ستائیس ستائیس بیویوں کو ایک وقت میں جمع رکھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے۔ کرشن جو ہندوؤں میں واجب التعظیم اوتار مانے جاتے ہیں ان کی سینکڑوں بیبیاں تھیں جو مذہب اور قانون عفت وعصمت کو قائم رکھنا چاہتا ہو وا ور زنا کاری کا انسداد ضروری جانتا ہو اس کے لئے کوئی چارہ نہیں کہ تعدد ازواج کی اجازت دے، اس میں زنا کاری کا بھی انسداد ہے اور مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی جو کثرت، بہت سے علاقوں میں پائی جاتی ہے اس کا بھی علاج ہے، اگر اس کی اجازت نہ دی جائے تو داشتہ اور پیشہ ور کسبی عورتوں کی افراط ہوگی، یہی وجہ ہے کہ جن قوموں میں تعدد ازواج کی اجازت نہیں ان میں زنا کی کثرت ہے، یورپین اقوام کو دیکھ لیجئے ان کے یہاں تعدد ازواج پر تو پابندی ہے مگر بطور دوستانہ جتنی بھی عورتوں سے مرد زنا کرتا ہے اس کی پوری اجازت ہے، کیا تماشہ ہے کہ نکاح ممنوع اور زنا جائز؟

غرض اسلام سے پہلے کثرتِ ازواج کی رسم بغیر کسی تحدید کے رائج تھی ممالک اور مذاہب کی تاریخ سے جہاں تک معلوم ہوتا ہے کسی مذہب اور کسی قانون نے اس پر کوئی حد نہ لگائی تھی نہ یہود ونصاریٰ نے، نہ ہندوؤں اور آریوں نے اور نہ پارسیوں نے اسلام کے ابتدائی زمانے میں بھی یہ رسم بغیر تحدید کے جاری رہی لیکن اس غیر محدود کثرتِ ازدواج کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگ اول اول تو حرص میں بہت سے نکاح کر لیتے تھے مگر پھر ان کے حقوق ادا نہ کر سکتے تھے، اور یہ عورتیں ان کے نکاح میں ایک قیدی کی حیثیت سے زندگی گزارتی تھیں، پھر جو عورتیں ایک شخص کے نکاح میں ہوتیں ان میں عدل ومساوات کا کہیں نام ونشان نہ تھا، جس سے وابستگی ہوئی اس کو نوازا گیا، جس سے رُخ پھر گیا اس کے کسی حق کی پرواہ نہیں۔

اسلام نے تعدد ازدواج پر ضروری پابندی لگائی اور عدل ومساوات کا قانون جاری کیا:

قرآن نے عام معاشرہ کے اس ظلمِ عظیم کو روکا، تعدد ازدواج پر پابندی لگائی اور چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح

میں جمع کرنا حرام قرار دیا، اور جو عورتیں ایک ہی وقت میں نکاح کے اندر ہیں، ان میں مساواتِ حقوق کا نہایت مؤکد حکم اور اس کی خلاف ورزی پر وعیدِ شدید سنائی، آیتِ مذکورہ میں ارشاد ہوا: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یعنی جو حلال عورتیں تمہیں پسند ہوں، اُن سے نکاح کر سکتے ہو دو دو تین تین چار چار۔

آیت میں مَاطَابَ کا لفظ آیا ہے، حسن بصریؒ، ابن جبیرؒ اور ابن مالکؒ نے مَاطَابَ کی تفسیر مَاحَلَّ سے فرمائی ہے یعنی جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں اور بعض حضرات نے مَاطَابَ کے لفظی معنی کے اعتبار سے پسندیدہ کا ترجمہ کیا ہے، مگر ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں، یہ مراد ہو سکتی ہے کہ جو عورتیں طبعی طور پر تمہیں پسند ہوں اور تمہارے لئے شرعاً حلال بھی ہوں۔

اس آیت میں ایک طرف تو اس کی اجازت دی گئی کہ ایک سے زائد دو تین چار عورتیں نکاح میں جمع کر سکتے ہیں، دُوسری طرف چار کے عدد تک پہنچا کر یہ پابندی بھی عائد کر دی کہ چار سے زائد عورتیں بیک وقت نکاح میں جمع نہیں کی جا سکتیں، رسولِ کریم ﷺ کے بیان نے اس قرآنی تخصیص اور پابندی کو اور زیادہ واضح کر دیا، اس آیت کے نزول کے بعد ایک شخص غیلان بن اسلمہ ثقفیؓ مسلمان ہوئے، اس وقت ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں، اور وہ بھی مسلمان ہو گئی تھیں، رسولِ کریم ﷺ نے حکم قرآنی کے مطابق ان کو حکم دیا کہ ان دس میں سے چار کو منتخب کر لیں، باقی کو طلاق دے کر آزاد کر دیں، غیلان بن اسلمہ ثقفیؓ نے حکم کے مطابق چار عورتیں رکھ کر باقی سے علٰحدگی اختیار کر لی۔

(مشکوٰۃ شریف رص:۲۷۴ر بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ)

مسند احمد میں اسی روایت کے تکملہ میں ایک اور واقعہ بھی مذکور ہے، اس کا ذکر کرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں، کیونکہ اس کا تعلق بھی نسوانی حقوق سے ہے، وہ یہ کہ: غیلان بن اسلمہ نے حکمِ شرعی کے مطابق چار عورتیں رکھ لی تھیں، مگر فاروق اعظمؓ کے زمانۂ خلافت میں انہوں نے ان کو بھی طلاق دیدی اور اپنا کُل مال وسامان اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دیا، فاروق اعظمؓ کو اس کی اطلاع ملی تو ان کو حاضر کر کے فرمایا کہ تم نے ان عورتوں کو اپنی میراث سے محروم کرنے کے لئے یہ حرکت کی ہے جو سراسر ظلم ہے، اس لئے فوراً ان کی طلاق سے رجعت کرو اور اپنا مال بیٹوں سے واپس لو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھو کہ تمہیں سخت سزا دی جائے گی۔

قیس بن الحارث اسدیؓ فرماتے ہیں کہ میں جب مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں، میں نے رسولِ کریم ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے چار رکھ لو باقی کو طلاق دیدو۔ (ابوداؤد رص:۳۰۴)۔

اور مسند امام شافعیؒ میں نوفل بن معاویہؓ دیلمی کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں، حضور ﷺ نے ان کو بھی ایک عورت کو طلاق کا حکم دیا یہ واقعہ مشکوٰۃ شریف رص:۲۷۴ر میں بھی شرح السنۃ سے نقل کیا ہے، رسولِ کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اس تعامل سے آیت قرآنی کی مراد بالکل واضح ہوگئی کہ چار سے زائد

عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کے لئے تعدد ازدواج: حضور اقدس ﷺ کی ذات والاصفات سراپا رحمت و برکت ہے، تبلیغ احکام اور تزکیۂ نفوس اور ابلاغ قرآن آپ ﷺ کا سب سے بڑا مقصدِ بعثت تھا، آپ ﷺ نے اسلام کی تعلیمات کو قولاً وعملاً دُنیا میں پھیلا دیا، یعنی آپ ﷺ بتاتے بھی تھے اور کرتے بھی تھے، پھر چونکہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے کہ جس میں نبی ﷺ کی رہبری کی ضرورت نہ ہو، نماز باجماعت سے لے کر بیویوں کے تعلقات، آل واولاد کی پرورش اور پاخانہ پیشاب اور طہارت تک کے بارے میں آپ ﷺ کی قولی اور فعلی ہدایات سے کتب حدیث بھرپور ہیں، اندرونِ خانہ کیا کیا کام کیا، بیویوں سے کیسے میل جول رکھا، اور گھر میں آکر مسائل پوچھنے والی خواتین کو کیا کیا جواب دیا، اس طرح کے سینکڑوں مسائل ہیں جن سے ازواجِ مطہراتؓ کے ذریعہ ہی اُمت کو رہنمائی ملی ہے، تعلیم وتبلیغ کی دینی ضرورت کے پیشِ نظر حضور اقدس ﷺ کے لئے کثرت ازواج ایک ضروری امر تھا، صرف حضرت عائشہؓ سے احکام ومسائل، اخلاق وآداب اور سیرت نبوی ﷺ سے متعلق دوہزار دوسودس روایات مروی ہیں جو کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں، حضرت اُم سلمہؓ کی مرویات کی تعداد تین سو اٹھتر تک پہنچی ہوئی ہے، حافظ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین رص:۹رج:ارمیں لکھا ہے کہ اگر حضرت اُم سلمہؓ کے فتاویٰ جمع کئے جائیں جو انہوں نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد دئے ہیں تو ایک رسالہ مرتب ہوسکتا ہے۔

انبیاء اسلام کے مقاصد بلند پورے عالم کی انفرادی واجتماعی، خانگی اور ملکی اصلاحات کی فکروں کو دنیا کے شہوت پرست انسان کیا جانیں، وہ تو سب کو اپنے اوپر قیاس کرسکتے ہیں، اسی کے نتیجے میں کئی صدی سے یورپ کے ملحدین اور مستشرقین نے اپنی ہٹ دھرمی سے فخر عالم ﷺ کے تعدد ازدواج کو ایک خالص جنسی اور نفسانی خواہش کی پیداوار قرار دیا ہے، اگر حضور ﷺ کی سیرت پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو ایک ہوشمند منصف مزاج کبھی بھی آپ ﷺ کی کثرت ازواج کو اس پر محمول نہیں کرسکتا۔

آپ ﷺ کی معصوم زندگی قریش مکہ کے سامنے اس طرح گذری کہ پچیس سال کی عمر میں ایک سن رسیدہ صاحبِ اولاد بیوہ (جس کے دوشوہر فوت ہوچکے تھے) سے عقد کر کے عمر کے پچیس سال تک انہی کے ساتھ گزارہ کیا، وہ بھی اس طرح کہ مہینہ مہینہ گھر چھوڑ کر غارِ حرا میں مشغول عبادت رہتے تھے، دُوسرے نکاح جتنے ہوئے پچاس سالہ عمر شریف کے بعد ہوئے، یہ پچاس سالہ زندگی اور عنفوانِ شباب کا سارا وقت اہل مکہ کی نظروں کے سامنے تھا، کبھی کسی دشمن کو بھی حضور ﷺ کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کرنے کا موقع نہیں ملا جو تقویٰ وطہارت کو مشکوک کرسکے، آپ ﷺ کے دشمنوں نے آپ ﷺ پر ساحر، شاعر، مجنون، کذاب، مفتری جیسے الزامات میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، لیکن آپ ﷺ کی معصوم زندگی پر کوئی ایسا حرف کہنے کی جرأت نہیں ہوئی جس کا تعلق جنسی اور نفسانی جذبات کی بے راہ روی سے ہو۔

صدائے حدیث

مسئلۂ تین طلاق

مرغوب الحق گنگوہی

اس دور میں تین طلاق کا مسئلہ بہت زور وشور سے اُٹھایا جارہا ہے اور یہ کہا جارہا ہے کہ تین طلاق دینے سے کچھ واقع نہ ہوگا اور اس پر یہ سزا ہوگی اور یہ مسلم عورتوں پر ایک بڑا رحم وکرم ہے، جو اس سرکار کی طرف سے ہو رہا ہے، جس کی طرف سے خود ان کے طبقہ کی عورتوں کے مسائل کا آج تک کوئی واضح حل سامنے نہیں آیا ہے، تو ان کو ان کی فکر ہی نہیں ہے، یا ان کی کوئی شکایت پریشانی کی ان کو شاید موصول نہ ہوئی، اس لئے وہ ان بیچاریوں کے معاملہ میں نہایت مطمئن بیٹھے ہیں، حالانکہ ایسا قطعاً غلط ہے یا کوئی اور مقصد ہے اس کا اندازہ لگانا قرائن سے اور گذشتہ کے احوال سے ناممکن نہیں ہے۔

خیر اصل مسئلہ کی صورت حال واضح ہوجانا ضروری ہے، کیونکہ ایک جماعت کی طرف سے مسئلہ پیش کیا جارہا ہے جو مسلمانوں میں اپنا شمار بھی کرتی ہے اور موقع بموقع غیروں کے ساتھ بھی ہوتی ہے، جن کی وجہ سے دوسروں کو بھی ہمت اور موقع ملتا ہے، اس لئے مختصراً عرض ہے کہ اسلام میں ایسا کوئی مسئلہ شرعیہ کسی معتبر دینی کتاب میں مذکور نہیں ہے کہ تین طلاق بالکل ہی کالعدم ہوں اور کچھ واقع نہ ہوں، یہ ایسے لوگوں کا قول ہے جو ائمہ اربعہ رحمہم اللہ، جمہور اُمت، جمہور ائمہ اور جمہور سلف صالحین میں نہیں ہیں، ان کے پلہ نہ علم ہے نہ عقل ودانش، جن کی اذان، نماز، نکاح، عبادات سے لیکر عقائد وافکار تک سب فاسد اور غلط ہیں، صحابۂ کرامؓ کو العیاذ باللہ! مرتد اور بے دین قرار دیتے ہیں، ازواج مطہرات پر تہمتیں رکھتے ہیں، قرآنی آیات کا انکار تحریف فی القرآن ان کا عقیدہ، اللہ پر کذب کا الزام لگانے میں بھی ان کو خوف نہیں ہوتا ہے، متعہ جیسی لعنتوں میں گرفتار ہیں، وہ کیا اسلام کی ترجمانی کریں گے۔

اب صرف یہ مسئلہ باقی رہ جاتا ہے کہ تین طلاق تین ہیں یا ایک ہے، نہ کہ یہ مسئلہ تین طلاق کالعدم ہیں، کیونکہ جب ایک مرتبہ کہنے سے ایک، دو مرتبہ کہنے سے دو واقع ہوتی ہیں تو تین کہنے سے کچھ بھی نہ ہوا ایسا کیسے ہوسکتا ہے، کچھ تو ضرور ہوگا، اب کیا ہو؟ مسئلہ اختلافی ہے، ایک طبقہ غیر مقلدوں کا جن میں بڑے بڑے محدثین اور علماء بھی ہیں یہ فرماتے ہیں کہ ایک طلاق واقع ہوگی ایک ساتھ تین کہنے کی صورت میں بھی اور تجھے

طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق، کہنے کی صورت میں بھی۔

دُوسری طرف ائمہ اربعہ اور جمہور محدثین سید المحدثین امام العلماء الراسخین قدوۃ الصالحین امام بخاریؒ بھی ہیں کہ انہوں نے اپنی عظیم الشان اصح الکتب بعد کتاب اللہ (بخاری) میں جمہور کی تائید میں باب قائم فرما کر تائید وحمایت کا واضح اعلان کیا ہے، **باب من اجاز طلاق جوز الثلاث** اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسئلہ میں دوسرا قول بھی ہے جو اوپر لکھا گیا ہے اور جمہور ائمہ اربعہ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمدؒ کے مذہب پر آیت پاک **اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَان** اور قصہ عویمر اور حدیث امراۃ رفاعۃ قرظیؓ سے استدلال فرمایا ہے، جو علماء ایک طلاق کے وقوع کے قائل ہیں ان کا استدلال اس روایت سے ہے جس کو ابن طاؤس نے نقل کیا ہے، **حضرت طاؤ س عن ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم و ابی بکر وسنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر ان الناس قد استعجلوا فی امر وکانت لهم أناء ة فلوا مضیاه علیهم فامضاه علهیم الخ۔**

اور دوسرے طریق میں اس طرح ہے: **قال ابن جریج اخبرنی ابن طاؤس عن ابیه طاؤس عن ابی الصهباء قال لابن عباس اقوم انما کانت الثلاث تجعل علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر وثلاثامن امارة عمر فقال ابن عباس نعم** (مسلم شریف) جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے معلوم کیا گیا کہ تین طلاق نبی پاک ﷺ کے دور میں اور ابوبکرؓ کے دور میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں دو تین سال تک ایک ہی شمار کی جاتی تھی؟ فرمایا جی ہاں ایسا ہی تھا، پھر جب حضرت عمرؓ کے دور میں طلاق کے مسلسل واقعات سامنے آنے لگے تو آپ نے بمشورۂ صحابہ کرامؓ تین طلاق کے تین واقع ہونے کا اعلان فرمایا اور فرمایا کہ شریعت نے اس معاملہ میں لوگوں کیلئے موقع رکھا تھا مگر انہوں نے اس کو ضائع کر دیا اور جلد بازی سے کام لینے لگے ہیں، اس لئے اب تین ہی واقع ہونے کا فیصلہ کیا جانا چاہئے، سب صحابہ کرامؓ نے اس کی تصویب فرمائی اور اس سے اختلاف نہیں کیا، چنانچہ ایسا ہی کر دیا گیا۔

دوسرا استدلال ان لوگوں کا حدیث رکانہؓ ہے جو امام احمد بن حنبلؒ نے بھی بیان فرمائی ہے اور ترمذی وغیرہ میں آئی ہے کہ انہوں نے اپنی زوجہ کو ایک ہی مجلس میں تین طلاق دیدی تھیں اس کے بعد ان کو سخت افسوس اور احساس ہوا، حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے سوال فرمایا کہ تم نے کس طرح طلاق

دی؟ عرض کیا تین طلاق دی ہیں، فرمایا ایک ہی مجلس میں؟ عرض کیا جی ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا تب تو ایک ہی واقع ہوئی اگر چاہو تو رجعت کر سکتے ہو، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس کو اپنے فتاویٰ میں بھی نقل فرمایا ہے، اور ان کے تلمیذ رشید سلطان القلم علامہ ابن قیمؒ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔

ایک تیسرا عقلی استدلال ان کا یہ ہے کہ جو شخص اللہ پاک کی تین بار قسم کھائے تو اس کا حلف اور قسم ایک ہی شمار ہوگی کہ تین بار، ایسا ہی طلاق دینے والے کا قول ہے، یہ استدلال علامہ ابن حجرؒ نے فتح الباری رص: ۳۶۵ رج: ۹ رمیں ذکر فرمایا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں: **واحتج من قال ان الثلاث اذا وقعت مجموعة حملت علی الواحد ة بان من قال احلف بالله ثلاثاً لا تعید حلفه الا یمینا واحدة فلیکن المطلق مثله ۔**

غیر مقلدوں کے پہلے استدلال کے سلسلہ میں عرض ہے کہ خود حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ حدیث غیر مدخولہ کے بارے میں ہے فقط، نکاح کے بعد جس کی رخصتی اور خلوت صحیحہ کچھ واقع نہ ہوئی ہو، اگر اس کو انت طالق ثلثا کہے گا تو وہ لفظ انت طالق سے ہی بائنہ ہو جاتی ہے اور عدد (ثلاث) لغو ہو جائے گا، کیونکہ یہ بینونت کے بعد واقع ہوگا، اس پر امام قرطبیؒ نے اشکال کیا ہے کہ انت طالق ایک ہی جملہ ہے، پھر دونوں کلموں سے ہر کلمہ الگ الگ حکم کیسے ہو سکتا ہے؟ علامہ نوویؒ نے فرمایا انت طالق ثلثا بمعنی انت ذات الطلا ق ہے اور یہ لفظ طلاق واحدہ اور ثلاث وغیرہ سب کا احتمال رکھتا ہے، اس وجہ سے ایسا ہوا، کیونکہ مدخولہ کا کام ایک ہی طلاق سے بینونت تک پہنچ گیا، لہذا اگر اس کو انت طالق، انت طالق، انت طالق کہے گا تب تو بطریق اولیٰ اول طلاق سے ہی بائنہ ہو جائے گی۔

دوسرا جواب: یہ روایت طاؤس شاذ ہے، اس لئے کہ یہ امام بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے خود تین کا لازم ہونا اور اس پر فتویٰ دینا نقل کیا ہے، اور علامہ ابن منذرؒ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ کے متعلق ایسا گمان نہیں کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دیں، مگر جب ہی جب کہ ان کے پاس اس کے خلاف کوئی اور مستند دلیل ہو جس کی طرف رجوع متعین ہو جائے، اور دوسرے ثقہ رواۃ کی روایات کو لینا زیادہ اولیٰ ہے، ایک مخالف ثقات کی روایت لینے سے، چنانچہ امام ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ حدیثِ طاؤس مختلف فیہ ہے، لہذا اجماع پر کیسے مقدم ہو سکتی ہے، جب کہ حدیث محمود بن لبیدؓ اس کے صریح معارض موجود ہے جس کی تخریج امام نسائیؒ نے فرمائی ہے، جس میں صراحت ہے کہ ایک شخص نے تین طلاق دی ایک ہی ساتھ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو نافذ

فرمایا، رد نہیں فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے شدید ناراضگی ظاہر فرمائی، آپ ﷺ کا غصہ اور ناراضگی کس چیز کو ثابت کرتا ہے وقوع کو یا عدم وقوع کو؟ اگر واقع نہ ہوتی تو فرماتے کوئی جرم نہیں، افسوس کی کیا بات ہے، فکر کا کیا مسئلہ ہے، غم کس بات کا ہے؟ ہمارے پاس ایک کے واقع ہونے کا فتویٰ جو موجود ہے (**کما یقول الناس فی زماننا**)۔

تیسرا جواب: یہ ہے کہ روایت منسوخ ہے، امام بیہقیؒ نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ ممکن ہے ابن عباسؓ کو پہلے کی ایک چیز کا علم ہو پھر وہ منسوخ ہوگئی ہو، اور امام بیہقیؒ نے فرمایا اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے جس کو امام ابوداؤدؒ نے **عن طریق یزید نحوی عن عکرمہ عن ابن عباسؓ** ذکر کیا ہے، اگر کسی نے طلاق رجعی دی ہے تو رجعت کا وہ زائد حقدار ہے ورنہ نہیں، تین کی صورت میں نسخ کے دعویٰ کے بعض حضرات کو اعتراض ہوسکتا ہے کہ نسخ کرنے والے حضرت عمر کون ہیں اس چیز کو جو دور نبوت میں موجود ہو، تو جواب یہ ہے کہ **رواھما** کا مقصد یہ ہے کہ حکم اس دور تک چلتا رہا پھر اس کے خلاف پر اجماع قائم ہوگیا اور صحابہ کرامؓ اپنی طرف سے نسخ نہیں کرسکتے ہیں معاذ اللہ! اس سے ان حضرات کا خطا پر ہونا لازم آئے گا اور وہ اس سے محفوظ ہیں، اور حضرت عمرؓ نے ایسی جرأت کیوں فرمائی؟ جواب یہ ہے کہ ان کو اب نسخ کا علم ہوا اور اب وہ اس پر مطلع ہوئے، بہر حال صحابہ کرامؓ کا اجماع اس کے حکم کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے (فتح الباری رص: ۳۶۰رج:۹)۔

چوتھا جواب: یہ ہے کہ اس حدیث میں اضطراب ہے، چنانچہ امام قرطبیؒ نے "**المفھم**" میں اس کو اختیار فرمایا ہے کہ جب یہ حکم اس قدر عام تھا تو دوسرے اور حضرات نے کیوں نقل نہیں کیا؟ سب سے ایسا منقول ہوتا اس سے اس حدیث پر عمل بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے، اگر چہ بالکل بطلان نہ ہو۔

پانچواں جواب: یہ ہے کہ حدیث ابن عباسؓ خاص صورت میں ہے جبکہ **انت طالق، انت طالق، انت طالق** کہا ہو، چونکہ قرون اولیٰ میں لوگوں کے دل سلیم اور قلوب صاف تھے، سچے تھے، اس لئے جب ان سے معلوم کیا جاتا کہ ایک کا ارادہ کیا ہے یا تین کا؟ اور وہ تاکید کا ارادہ ظاہر کرتے تو اس کو قبول کیا جاتا، جب بعد والوں میں ہمارے اس دور کی طرح طلاق کے معاملہ میں خداع اور کذب بیانی کا رواج زیادہ ہوگیا اور یہ معاملہ خلیفۂ وقت نے دیکھا تو تین طلاق کو نافذ کیا، حضرت عمرؓ کا ارشاد کہ لوگوں نے ایسے معاملہ میں جلد بازی دکھائی جس میں ان کے لئے بہت مہلت اور گنجائش تھی، اسی طرف اشارہ ہے۔

اس جواب کو امام قرطبیؒ نے پسند فرمایا اور امام نووی شارح مسلمؒ نے اس کو اصح الاجوبۃ (سب سے صحیح جواب) قرار دیا ہے۔

چھٹا جواب: اس بات کا مطلب یہ کہ ایک شمار کی جاتی تھی، کیونکہ لوگ پہلے ایک ہی طلاق وقت ضرورت دیتے تھے، بعد والوں نے اس میں بدچلنی ظاہر کی اور تفریط کا شکار ہوگئے کہ بات بات میں تین طلاق دینے لگے، پہلے ایسا نہ ہوتا تھا جیسا اب ہونے لگا تھا، اس کو حضرت عمرؓ نے مشاہدہ فرمایا، اور ایسا فیصلہ فرمایا، پھر ان کا فیصلہ آج کل کی حکومت کی طرح نہ تھا بلکہ ان کے فیصلہ کو اللہ پاک اور رسول اللہ ﷺ نے تقریباً ۲۵ رجگہ قبول فرمایا اور اس کی حمایت کی اور یہ چیز سب جانتے ہیں کہ مؤید بالوحی ہیں ان کی زبان پر حق بولتا ہے، شیطان ان سے دور ہوکر بھاگتا ہے، اس گلی سے بھی گزرنے کی طاقت نہیں رکھتا جہاں عمر ہوں، وہ رشد علی الحق ہیں، خلیفۂ راشد، تابع للحق، وقافاً عند کتاب اللہ ہیں، منظور نظر ہیں اللہ پاک کے اور ان کے پیارے رسول اللہ ﷺ کے، ان ہی اصرار پر حضرت صدیق اکبرؓ نے قرآن پاک جمع کرایا تھا اور بہت جگہ ان کی برکات کا ظہور ہوا، اسلام کی تاریخ میں یہ واقعات بھرے ہوئے ہیں ان سے وہ ہی بغض رکھ سکتا ہے جس پر اللہ پاک کی لعنت ہو وہ محب رسول اللہ ﷺ ہیں؟ اور بہت ہی بڑی استعداد حق کی ان کے باطن پر طاری ہوتی تھی (دیکھئے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتاب ازالۃ الخفاء)۔

انہوں نے کوئی نیا حکم جاری نہ کیا جس کی نظر سابق میں نہ ہو، اس توجیہ کو علامہ زمانہ ابن عربیؒ نے شیخ ابی زرعہ رازیؒ کی جانب منسوب کیا ہے اور امام بیہقیؒ نے بھی امام احمد زرع سے نقل کیا ہے کہ پہلے تم لوگ ایک طلاق دیدیتے تھے اب تین دینے لگے ہو، اس پر امام نوویؒ نے یہ تبصرہ فرمایا کہ یہ خبر ہے لوگوں کی عادت کے بارے میں نہ کہ تغیر حکم ایک سے تین کا فیصلہ کرنا ہے، واللہ اعلم۔

ساتواں جواب: یہ ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث موقوف ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ اس حدیث میں ایسا کچھ نہیں ہے کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی اور آپ نے اس کو برقرار رکھا، اگر ایسا ہوتا تو اس میں دلیل وحجت ہوتی، مگر یہ جواب کمزور ہے کیونکہ صحابی کا یہ کہنا کہ ہم ایسا کرتے تھے **فی عھد رسول اللہ** ﷺ مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔

آٹھواں جواب: یہ ہے کہ ثلاثا سے مراد ’’طلاق البتۃ‘‘ ہے جیسا کہ حدیث رکانہ میں اس کی تصریح

وارد ہے، اور یہ بھی حضرت ابن عباسؓ سے منقول ایک روایت ہے، اسی لئے امام بخاریؒ نے اس باب میں ان روایات کو بھی لیا ہے جن میں البتہ ہے، یہ اس طرف اشارہ ہے تو طلاق ثلث اور طلاق البتہ ایک چیز ہے اور طلاق البتہ کو طلاق ثلث سے تعبیر کیا گیا ہے، حالانکہ طلاق البتہ سے مراد اگر ایک طلاق ہو وہ بھی مراد لے سکتے ہیں، پس گویا بعد کے راویوں نے لفظ البتہ کو طلاق ثلث پر محمول کرلیا ہے، کیونکہ دونوں کو لوگ برابر سمجھتے ہیں اور یہ معروف ہے، اور جب ایسا سمجھا تو اس کو طلاق ثلث سے روایت بالمعنیٰ کے طور پر نقل کردیا ہے۔

چنانچہ حضرت امام ترمذیؒ نے طلاق البتہ کے تحت حدیث رکانہ ذکر کی ہے جو اس کی دلیل ہے، حدیث رکانہ کا حاصل یہ ہی ہے کہ انہوں نے لفظ البتہ کے ساتھ طلاق دی تھی جس میں دونوں احتمال ہیں تین طلاق کا بھی اور ایک طلاق کا بھی جب انہوں نے قسم کھا کر کہا میں نے اس سے ایک طلاق مراد لی ہے تو یقین کیا گیا کہ واقعۃً ایسا ہوگا اور اسی پر فیصلہ صادر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، اس کو بعض لوگوں نے طلاق ثلث کہدیا ہے۔

اور دلیل عقلی کا جواب یہ ہے کہ نکاح عتق اور اقرار والے معاملات میں تین کا عدد تین ہی مانا جاتا ہے، لہٰذا وَلی نے اگر یوں کہا کہ میں ان تین عورتوں سے آپ کا نکاح کرتا ہوں اور یہ بات ایک ہی جملہ میں کہی **انکحتک هولاء الثلاث فی کلمة واحدة** تو تینوں سے نکاح منعقد ہوجائے گا جیسا کہ وہ یہ کہے **انکحتک هذه وهذه وهذه** کی صورت میں، اسی طرح عتق اور اقرار کا حال ہے اور دوسرے احکام کا (فتح الباری رص:۳۶۵رج:۹)۔

جمہور حضرات کی دلیل تین طلاق کے تین لازم ہونے پر یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثا و مطلقہ کیلئے حلال نہیں ہے تین ایک ساتھ ہوں یا الگ الگ یہاں تک کہ دوسرے کے ساتھ نکاح ہو اور یہ بالکل ظاہر بات ہے لغۃً وشرعاً (کذا فی فتح الباری) حضرت حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: **قال القرطبی وحجة الجمهور فی اللاوم من حیث النظر ظاهرة جداً وهو ان المطلقه ثلاثا لا تحل حتی تنکح زوجا غیره ولا فرق بین مجموعها ومفرقها لغةً وشرعاً** (فتح الباری ۳۶۵رج:۹)۔

اور حلف کا مسئلہ الگ ہے، طلاق کا الگ ہے، حلف میں اَیمانْ (قسم) کی کوئی تعداد نہیں ہے، بخلاف طلاق کے لہٰذا طلاق میں نہائی وآخری عدد تین مراد لیا گیا ہے، جبکہ حلف میں ایک ہی مراد لیا گیا ہے (کذا فی فتح الباری رص:۳۶۵رج:۹)۔

اور تین پر فاروق اعظمؓ کے دور میں اجماع منعقد ہوگیا تو اس مسئلہ میں اجماع صحابہ ہوچکا ہے، اب کسی اختلاف کی کیا ضرورت ہے نہ اور کسی نے اس بارے میں حضرت عمرؓ کی کوئی مخالفت کی ہے کہ آپ

تین طلاق کو تین کیوں قرار دیتے ہیں جبکہ پہلے ایک تھی ،سب کے اجماع نے اس پر حجت و دلیل قائم کردی کہ ان کے پاس ناسخ موجود تھا، اگر چہ وہ بعض سے مخفی رہ گیا تھا جواب عہد عمر میں سب کے سامنے ظاہر اور واضح ہوا، اب اس اجماع کے بعد اس کا مخالف اس اجماع صحابہ کو نظر انداز کرنے والا اور توڑ پھینکنے والا شمار ہوگا اور جمہور علماء اجماع کے بعد اس کے مخالفت کرنے والا کوئی اعتبار نہیں کرتے ہیں، **واللہ اعلم بالصواب** (فتح الباری رص:۳۶۵رج:۹)۔

حضرت امام بخاری قدس سرہ العزیز نے اس مسئلہ پر جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کی حمایت اور تائید میں آیت کریمہ **الطلاق مرتان** سے استدلال فرمایا ہے، اور طریقۂ استدلال یہ ہے کہ طلاق ثلث مجموعۃً ہو یا متفرقۃً ،آیت کے ضمن میں دونوں داخل ہیں، کیونکہ مرتان سے جب دو کا درست ہونا ثابت ہوتا ہے مرۃً بعد مرۃ یا ایک ساتھ تو تین طلاق دینا بھی جائز ثابت ہوگا، اگر چہ مذموم اور قبیح ہوگا، یہ علامہ کرمانیؒ نے فرمایا، نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ تسریح باحسان تیسری طلاق کو بھی شامل ہے، کیونکہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ دو طلاق کے بعد **امساک بمعروف** کرے یا تسریح باحسان ،تو اگر **تسریح باحسان** کا قصہ ہو تو تیسری بھی دے، اس توجیہ اور تاویل کو علامہ طبریؒ وغیرہ نے جمہورؒ سے نقل کیا ہے، اور بعض نے یہ فرمایا کہ دو کے بعد رجعت نہ کرنا یہاں تک کہ عدت گزر جائے اور بائنہ ہو جائے ، یہ تسریح باحسان کا مصداق ہے، مگر اول قول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ **طلاق مرتان** ہے تو تیسری طلاق کہاں ہے؟ فرمایا: **امساک بمعروف اور تسریح باحسان** میں (رواہ رزین والدار قطنی)۔

اور بعض حضرات نے یہ فرمایا کہ تیسری طلاق اللہ پاک کے ارشاد: **فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ** میں مراد لی گئی ہے، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے سند صحیح کے ساتھ منقول ہے کوئی شخص جب دو طلاق دیدے تو تیسری کے بارے میں اللہ سے ڈرے، پھر اچھے سے رکھے یا خوبصورتی سے چھوڑ دے، امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ امام بخاریؒ نے طلاق ثلث پر آیت کریمہ سے استدلال فرمایا اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ دو کے عدد میں گنجائش ہے، پھر کسی نے اپنے اوپر تنگی کی تیسری طلاق مزید دیکر تو وہ بھی لازم ہو جائے گی (فتح الباری رص:۳۶۶رج:۹)۔

افادات (شرح ترمذی سے ماخوذ)

باب النهي عن استقبال القبلة

[طلباء کے لئے]

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب نقشبندی
شیخ الحدیث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

بقیہ کلام علی حدیث عراکؒ

تکملۂ بحث: امام مالک وشافعیؒ کے مذہب پر حدیث عائشہ سے استدلال کیا گیا ہے جو ابن ماجہ شریف میں آئی ہے عراک کے طریق سے خالد بن ابی الصلت **من عراک عن عائشةؓ قالت ذکر عند رسول الله** ﷺ **قوم یکرهون الخ** اسکے سلسلہ میں چند گذارشات ہیں (۱) اس کی سند میں خالد بن ابی الصلت ہے علامہ ذہبی نے فرمایا ہے میزان اوراعتدال میں **هو منکر** ابن حزم نے مجہول فرمایا ہے عبدالحق نے ضعیف فرمایا ہے دیکھئے تہذیب (۲) اس میں دو وجہوں سے ارسال ہے (۱) **قال البخاری خالد بن ابی الصلت عن عراک مرسل** امام احمد نے فرمایا ہے کہ عراک نے عائشہؓ سے کہاں سماع کیا ہے بلکہ یہاں عروہ کا واسطہ ہے جو متروک ہے اسی وجہ سے امام بخاری نے فرمایا **فیه اضطراب** (۲) خود خالد بن ابی الصلت نے عراک سے نہیں سنا ہے لہذا حدیث دو جگہوں پر منقطع ہے اور علامہ ابن الہمام نے مسلم کے حوالہ سے جو تحسین کی ہے اس کا جواب علامہ کشمیری نے دے دیا کہ بخاری اور ابو حاتم کا قول مسلم سے زائد لائق اتباع ہے چونکہ وہ دونوں علام حدیث ہیں مسلم سے زائد اعلم ہیں اور اگر ایک جگہ اتصال تسلیم بھی کرلیں تو دوسری جگہ باقی ہے (۳) حدیث موقوف علی عائشہ ہے **کما قاله الشیخ ابو حاتم**ؒ (۴) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سنکر اس پر نہ عمل کیا ہے اور نہ اسکو اخذ فرمایا جیسا کہ عبدالرازق کے صنیع سے معلوم ہوتا ہے (۵) حدیث ابو ایوب ناسخ ہے حدیث عائشہؓ کیلئے جمہورؒ کے یہاں حرمت قبلہ کس چیز سے ہے بعض نے فرمایا اس لئے کہ نجس اور ناپاک شئ کا خروج ہوتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ کشف عورت ہے احناف کے نزدیک خروج نجاست کی وجہ سے احترام ضروری ہے اور دوسرے حضرات کے یہاں کشف عورت سے اور بعض نے دونوں کے مجموعے کو کہا ہے لہذا اگر

کشف عورت ہو مگر خروج نجاست نہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے اور اگر صرف خروج نجاست ہو یا دونوں ہوں تو پھر کراہت تحریمی ہوگی اب اس پر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں رہا ایک شخص قبلہ کی طرف رخ کرکے ہاتھ سے خروج دم کرتا ہے دم مسفوح ناپاک ہے مگر کشف عورت نہیں ہے اب جن کے نزدیک علت کشف عورت ہے ان کے نزدیک درست ہے استقبال کرنا کیونکہ کشف عورت نہیں ہے (۲) ایک شخص غسل خانہ میں جا کر استنجاء کرتا ہے استقبال کرتے ہوئے تو عدم خروج نجاست ہے چونکہ جنہوں نے علت خروج نجاست بیان کی ہے انکے یہاں درست ہے اور جن کے یہاں علت کشف عورت ہے ان کے نزدیک ایک ممانعت ہے اور احناف فرمائیں گے کہ ایک شکل میں کراہت تحریمی ہے اور دوسری صورت میں کراہت تنزیہی ہے (۳) ایسے ہی جماع کرتے ہوئے اگر کشف عورت ہے تو اس کے قائلین کے یہاں جائز نہیں ہے ہاں جو حضرات علت خروج نجاست فرماتے ہیں ان کے نزدیک درست ہوگا بہر حال احنافؒ نے دونوں کو پیش نظر رکھا ہے اگر صرف خروج نجاست ہو یا دونوں ہوں تو مکروہ تحریمی ہے ایک ہو تو مکروہ تنزیہی ہے، یعنی صرف کشف ستر ہو۔

حالاتِ رواۃ

قال ابو الولید ابوالولید امام شافعیؒ کے مخصوص ترین تلامذہ میں سے ہیں۔

قال عبداللہ الشافعیؒ یہاں مختصر طور پر امام شافعیؒ کے احوال لکھے جاتے ہیں اسم گرامی محمد بن ادریس الشافعیؒ ہے کنیت ابوعبداللہ ہے آپ قریشی ہیں اوپر جا کر نبی کریم ﷺ کے ساتھ نسب میں جا ملتے ہیں ولادت ۱۵۰ھ غزہ مقام میں ہوئی پھر مکہ لائے گئے تھے وہاں نشو نما ہوئی اور علوم پر متوجہ ہوئے مسلم زنجیؒ سے فقہ حاصل کیا اپنے چچا محمد بن علی عبدالعزیز الماجشون امام مالک اسماعیل بن جعفر ابرہیم بن یحی اور دوسرے بہت سے لوگوں سے علوم سیکھے تیر اندازی میں مہارت رکھتے تھے شعر لغت، ایام العرب میں کمال حاصل کیا پھر فقہ وحدیث پر متوجہ ہوئے اسماعیل قسطنطین سے تجوید حاصل کی جو مکہ کے قاری تھے رمضان المبارک میں ۶۰/ساٹھ مرتبہ کلام پاک مکمل کرتے تھے اولاً مؤطا حفظ کی پھر امام مالک سے اس کو پڑھا مسلم بن خالد سے فتوی کی اجازت وسند لی اس وقت عمر مبارک ۲۰/سال یا اس سے بھی کم تھی اسحٰق بن راہویہ کہتے ہیں امام احمدؒ نے مجھ سے فرمایا مکہ میں آؤ ایسا شخص تم کو دکھاؤں گا آپ کی نگاہوں نے ایسا نہیں دیکھا ہوگا اس کے بعد امام شافعیؒ کے پاس لیکر گئے ابوثور نے فرمایا ما رأیت

مثل شافعیؒ ولا رای ھو مثل نفسہ حرملہ کہتے ہیں کہ شافعیؒ نے فرمایا بغداد میں مجھے ناصر حدیث سے پکارا جاتا تھا امام احمد نے توثیق کی ہے ابن معین نے توثیق کی ہے فضل بن زیاد نے کہا ہے کہ امام احمد نے فرمایا ہے جو شخص بھی قرطاس وقلم دوات کے ہاتھ لگائے گا اس کی گردن پر امام شافعیؒ کا احسان ضرور ہوگا ابوداؤد نے کہا ہے کہ امام شافعیؒ نے حدیث میں کبھی خطاء نہیں کی ابوحاتم نے صدوق کہا ہے امام شافعیؒ نے فرمایا جب حدیث ثابت ہوجائے تو میرے قول کو دیوار پر مار دو ربیع کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا جب میں حدیث روایت کروں اور وہ صحیح ہو پھر اس کے مطابق میرا عمل نہ ہو تو سمجھو کہ میری عقل چلی گئی وفات ۲۰۴ھ شعبان المعظم میں مصر میں ہوئی وہاں آپ ۱۹۹ھ میں منتقل ہوگئے تھے علامہ ابونعیم نے کہا ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا **اللھم قریشاً فان عالمھا یملأ طباق الارض علماً** اس حدیث شریف میں عدالت بینہ ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جسکا علم پھیلا ہوا امام شافعیؒ ہیں امام احمد بن حنبلؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ پاک ہر ۱۰۰ سال پر ایک مجدد پیدا کرتا ہے تو میرا خیال ہے کہ اول ۱۰۰ دس سال میں عمر بن عبدالعزیز ہیں اور دوسری صدی میں امام شافعیؒ ہیں مزنی نے فرمایا کہ میں نے امام شافعیؒ کو سنا تھا فرماتے تھے کہ میں نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک یاد کرلیا تھا اور دس سال کی عمر میں مؤطا امام مالکؒ اور پندرہ سال کی عمر میں فتوی دینے لگے تھے انتہی مافی التحفۃ رص ۸۸رج ۱۔

مقدمہ قال ابو الولید المکی قال ابوعبداللہ الشافعیؒ سے امام ترمذی جمہور کرام کے مسلک کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں دونوں قسم کی روایات ہیں ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ ممانعت والی محرم پر اور اباحت والی عمران (آبادی) پر محمول ہیں رمنہل رص ۱۰۴رج ۱)۔

قال احمد بن حنبلؒ آپ ائمہ اربعہ میں سے ایک مشہور ومعروف امام ہیں ایک بڑی جماعت ہر زمانہ میں آپ کے متبعین کی رہی ہے آپ کا نام ونسب اس طرح ہے احمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادریس الشیبانی المروزی ثم البغدادی کنیت ابوعبداللہ ہے آپ کے آباواجداد مرو میں آباد تھے وہاں سے آپ کے والد ماجد بغداد منتقل ہوئے اس حالت میں کہ آپ بصورۃ حمل تھے آپ کی والدہ نے بغداد میں آپ کو جنا ماہ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں یہ واقعہ پیش آیا اس میں آپ تین سال کے ہی تھے کہ سر سے سایۂ رحمت والد ماجد اٹھ گیا آپ کی والدہ نے

آپ کی پرورش کی آپ نے کبار اہل علم سے علوم حاصل کیے جن میں ابرہیم، سفیان بن عیینہ، عباد بن عباد، یحی بن ابی زائدہ، اوران کے طبقہ سے فیض اٹھایا اور آپ کے تلامذہ میں امام بخاری و امام مسلم امام ابوداؤد، عبداللہ بن احمد، اور دوسرے بہت سے حضرات ہیں بالاتفاق فقہ وحدیث کے مسلّم امام ہیں آپ نے حدیث شریف میں مسند احمد لکھی، کہا جاتا ہے کہ امام احمد بن حنبل کو ایک لاکھ احادیث حفظ یاد تھیں آپ امام عالی مقام شافعیؒ کے خاص لوگوں میں سے تھے اور آپ شافعیؒ کی مصاحبت میں تھے یہاں تک کہ امام شافعیؒ آخرت کو رحلت فرما گئے شیخ ابن معین نے فرمایا **مارأیت خیراً من احمدؒ قال وکیع وحفص بن غیاث ماقدم الکوفه مثل ذاک الفتی** یعنی احمد امام شافعیؒ کا خط امام احمد بن حنبل کے نام بشارت کا پیغام۔

قال یحی بن سعید القطان احمد حبر من احبار الامة یحی بن آدم نے فرمایا کہ احمد ہمارے امام ہیں امام شافعیؒ نے فرمایا کہ احمدؒ بغداد سے خروج کر آیا مگر میں نے وہاں احمد سے زائد افقہ، ازہد، اورع، اعلم کسی کو نہیں چھوڑا **قال ابو زرعة الرازی کان یحفظ الف الف حدیث** شیخ ابن المدینی نے فرمایا کہ احمد سے زائد احفظ ہماری جماعت میں دوسرا کوئی نہیں ہے نیز فرمایا کہ احمد امام الدنیاء ہیں شیخ یحی بن معین نے فرمایا کہ اگر ہم انکی تعریف وثنا میں کوئی مجلس قائم کریں تب بھی ان کے مسائل کو شمار نہیں کر اسکتے شیخ عجلی نے فرمایا کہ احمد ثقہ ہیں فقیہ تھے متبع آثار تھے آپ ہر دن رات ۳۰۰ رکعات پڑھتے تھے ہلال بن العلاء نے کہا ہے کہ اللہ نے اس امت پر چار شخصوں سے انعام فرمایا ہے امام شافعیؒ سے فقہ میں امام احمد سے مصائب سے گذار کر اگر وہ ایسا نہ کرتے تو امت ایک بڑی گمراہی میں مبتلاء ہو جاتی مسئلہ خلق قرآن میں آپ نے اس قدر مصائب برداشت کیے مگر کلمہ حق سے نہ ہٹے جمعہ کے روز ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ ھ میں وفات پائی آپ کی نماز جنازہ میں ۸ لاکھ مردوں نے ۶۰ ہزار عورتوں نے شرکت کی آپ کے دو صاحبزادے تھے (۱) صالح (۲) عبداللہ، صالح قاضی اصبہان تھے یہ بھی بڑے عالم تھے، ان کا انتقال ۲۶۶ ھ رمضان میں ہوا اور عبداللہ کا ۲۹۰ ھ کے بعد ہوا، ۷۷ سال کی عمر ہوئی، امام نسائی نے فرمایا ہے: **الثقة المامون احد الائمةؒ** علامہ ابن سعید نے فرمایا: **ثقة ثبت صدوق کثیر الحدیث** آپ کے انتقال کے بعد آپ کی قبر کھودی گئی تو آپ کا کفن بالکل صحیح تھا اسمیں مطلقاً تغیر نہ تھا (کذافی التہذیب ص ۶۲ ج ۱)۔

اسحاق بن راہویہ: آپ بھی احد الائمة الکبار ہیں مکمل نام نسب اس طرح ہے اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن مطر الحنظلی ابن راہویہ سے معروف ہیں طاف البلاد فی تجمل العلوم روی عن الاکابر من اھل العلم والفضل والورع والتقوی والصلاح مثل بن عیینة ، وابن علیه ، جریر ، بشر بن المفضل حفص بن غیاث وسلیمان بن نافع العبدی ولادت ۱۶۱ھ اور بعض نے ۱۶۶ھ بتایا ہے کنیت ابویعقوب ہے امام احمد نے فرمایا ہے کہ عراق میں آپ کی نظیر نہیں ہے اور ایک بار فرمایا کہ: اسحق امام من ائمة المسلمین ہیں محمد بن اسلم الطوسیؒ نے فرمایا جس دن اس کا انتقال ہوا کہ: اسحق اعلم الناس تھے اگر ثوری زندہ ہوتے تو وہ بھی آپ کے محتاج ہوتے ، امام نسائی نے فرمایا کہ: اسحقؒ احد الائمة ہیں، نیز فرمایا کہ ثقہ مامون ہیں، اسحٰق نے فرمایا کہ میری کتاب میں ایک لاکھ احادیث ہیں جو میری آنکھوں کے سامنے ہیں اور تیس ۳۰ ہزار ہیں ان کو از بر سنا سکتا ہوں، ابوداؤد خفافؒ نے فرمایا کہ دس ہزار کا املاء کرایا اللہ تعالی نے قابل تعجب حافظہ ان کو عنایت فرمایا تھا، علامہ ابن حبانؒ نے فرمایا ہے کہ آپ سادات اہل زمانہ میں سے تھے، بڑے فقیہ، بڑے محدث تھے آپ نے کتابیں لکھیں اور سنت سے رغبت تامہ رکھی اور اس کی پوری حمایت فرمائی ہے، آپ کا امام شافعیؒ سے مکہ معظمہ کے مکانات کی بیع وشراء کے بارے میں مناظرہ بھی ہوا تھا جس کی مکمل تفصیل امام رازیؒ نے لکھی ہے اس کتاب میں جس میں مناقب شافعیؒ لکھے ہیں، اخیر عمر میں آپ نے نیشاپور قیام کیا تھا اور وہیں نصف شعبان جمعرات کی رات میں ۲۳۷ یا ۲۳۵ھ میں انتقال فرمایا ہے۔

ابن راہویہ سے معروف ہوئے ، راہویہ اس لئے کہ طریق مکہ میں پیدائش ہوئی تھی اور طریق کو فارسی میں ''راہ'' کہا جاتا ہے اور ''ویہ'' معنی پانا وجد کے ہیں (تحفة رص ۲۱۳)

الحنظلی: حنظلہ بن مالک کی طرف نسبت ہے جو تمیم کا ایک بطن ہے آپ امام احمد کے دوست تھے (کذافی التقریب قرین احمد بن حنبلؒ)۔

مضامین

عورتوں پر مردوں کا ادب واحترام اور اطاعت ضروری ہے

ابوحذیفہ گنگوہی

ارشادباری تعالیٰ ہے:اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَافَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَبِمَآ اَنْفَقُوْآ...الیٰ... قولہٖ کَانَ عَلِیْمًاخَبِیْرًا(سورۂ نساء:۸۵)۔

اس آیت کریمہ میں عورتوں کو شوہروں کے آداب اور اطاعت شعاری کا طریقہ سمجھایا گیا ہے اور اچھی عورتوں کی تعریف فرمائی جارہی ہے جو اطاعت کرنے والی ہوں اور نیک صالحہ بھی ہوں اور بری خصلت، برے مزاج، نافرمانی کرنے والیوں کے لئے وہ طور طریقے جن سے ادب وتربیت حاصل کریں بھی بتائے گئے ہیں، اگر ہماری عورتیں اس آیت کے مضمون کو اچھی طرح سمجھ لیں تو ان کی گھریلو ازدواجی زندگی سکون کے ساتھ بسر ہوگی، ورنہ ان کی زندگی میں سکون واطمینان نہ ہوگا اور آیت کریمہ کا پس منظر یہ ہے کہ حبیبہ بن محمد بن مسلمہ حضرت سعد بن ربیع کے نکاح میں تھی، ایک دن اُنہوں نے اپنے شوہر کے سامنے کچھ بدتمیزی، نافرمانی جیسی شکل اختیار کی جس پر ان کے شوہر نے ان کے طمانچہ رسید کیا، اُنہوں نے اپنے والد صاحب کو اس کی خبر دی جیسا کہ معاشرہ وسماج میں ہوتا ہے کہ لڑکی کی شکایت پر باپ برہم ہوجاتا ہے، حالانکہ پورا معاملہ سننا چاہئے پھر کاروائی کرنی چاہئے تاکہ حقیقتِ حال سے صحیح طریقہ پر واقفیت ہوجائے، والد اُن کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں آئے کہ اس سے بڑا دربار اور کون سا ہوسکتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے سن کر عورت کے حق میں فیصلہ فرمایا کہ شوہر سے بدلہ لیا جائے، یہ سن کر وہ اپنے والد صاحب کے ساتھ واپس ہوگئی، فوراً حضرت جبرئیلؑ وحی لیکر نازل ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو واپس بلاکر لاؤ اور فرمایا یہ جبرئیلؑ ابھی وحی لیکر نازل ہوئے ہیں، سنو اور یہ آیات پڑھ کر سنائیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم نے ایک چیز کا ارادہ کیا تھا، اللہ پاک نے دُوسرے امر کا ارادہ فرمایا اور جس کا اللہ پاک نے ارادہ فرمایا اس میں خیر ہے، بھلائی ہے، بہتری ہے اور بدلہ کا قصہ ختم فرمایا۔

امام بغویؒ نے اس تفصیل کو ذکر کیا ہے رص:۲۲۷رج:۱۔اور اسی کے قریب امام طبرانیؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے وہ آیات یہ ہیں:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ: کہ یہ مرد حاکم ونگراں بنائے گئے ہیں، مسلط کئے گئے ہیں عورتوں پر کہ ان کو ادب سکھائیں اور تربیت دیں اور ان کے تمام معاملات سنبھالنے کیلئے اور ذمہ داریاں اُٹھانے کیلئے اللہ نے ان کو مقرر فرمایا

ہے، ان کا مقام ومرتبہ ایک حاکم وذمہ دار کا ہے، نگراں کا ہے اور یہ سب اس لئے کہ اللہ نے ان کو عورتوں پر فضیلت دی ہے عقل، دین، ولایت کے ساتھ کہ ان کی عقل زیادہ، دینداری، زیادہ، نمازیں اور صوم ان کے پورے ہوتے ہیں، عورتوں کے خاص خاص اوقات میں ہوتے ہیں، سرپرستی زیادہ ہے، ان کی شہادۃ کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے، عورتوں کی دو کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے وہ جہاد وقتال، دفاع کرتے ہیں، عبادات میں، جماعت میں اُن کی شرکت ہے اور ان کو چار نکاح کا اختیار ہے، بخلاف عورتوں کے ایک عورت کو بیک وقت چار کا اختیار حاصل نہیں ہے، صرف ایک کا ہی ہے، طلاق ان کے اختیار میں ہے نہ کہ عورتوں کے اختیار میں، میراث میں ان کا حصہ زیادہ ہے نہ کہ عورتوں کا اسی طرح دیت میں ہے، نبوت ورسالت جیسے عظیم مراتب مردوں کیلئے ہیں نہ کہ عورتوں کیلئے، پھر مہر دینا ان پر ہے، نہ کہ عورتوں پر، نفقہ مردوں پر ہے نہ کہ عورتوں پر، یہ دُوسری وجہ ہے جس کو فرمایا: وَبِمَآ اَنۡفَقُوۡا مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ۔

اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا ہے: قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ لَوۡ اَمَرۡتُ اَحَدًا اَنۡ یَّسۡجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرۡتُ الۡمَرۡاَۃَ اَنۡ تَسۡجُدَ زَوۡجَھَا الخ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، دیکھئے کہ کسقدر زبردست اہمیت کا حامل ارشادِ گرامی ہے اس سے زیادہ شوہر کے حقوق کی تعبیر اور کیا ہوسکتی ہے، سجدہ سے زیادہ تعظیم کے اظہار کا کوئی عمل نہیں ہے مگر وہ مخلوق کیلئے منع ہے، صرف اور صرف خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہے، پس ظاہر ہے کہ سجدہ تعظیم کیلئے ہوتا، اگر جائز ہوتا، نہ عبادت کیلئے، پھر تعجب ان لوگوں پر تو سجدہ تعظیمی کو جائز کہتے ہیں اور کہتے ہیں منع تو صرف سجدۂ عبادت ہے۔

پھر عورتوں کی قسمیں ذکر فرمائیں ہیں کہ کچھ صالحات ہیں، یعنی عبادتِ الٰہی میں بھی اچھی ہیں، عبادت گذاری میں، حقوق اللہ بھی ادا کرتی ہیں اور قانتات حافظات للغیب بھی ہیں، یعنی اپنے شوہروں کی اطاعت کرنے والی ہیں، اطاعت شعاری ان کا وصف ہے اور شوہر کے غائبانہ وقت میں اپنی عصمت اور ناموس اپنی عزت کی بھی حفاظت کرنے والی ہیں، اللہ پاک کی حفاظت کی چادر ان پر سایہ فگن ہے، خوف ہے، خشیت ہے جو ان کو برائیوں سے مانع رہتا ہے، یہ ان کے اپنے تقویٰ کی بات ہے، اسی وجہ سے وہ اللہ پاک کی نظر میں قابل تعریف ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی زبان پر ان کی تعریف ہے اور وہ اس کی مصداق ہیں: خَیۡرُ النِّسَآءِ اِمۡرَاَۃٌ اِنۡ نَظَرۡتَ اِلَیۡھَا سَرَّتۡکَ وَاِنۡ اَمَرۡتَھَا أَطَاعَتۡکَ وَاِذَا غِبۡتَ عَنۡھَا حَفِظَتۡکَ فِیۡ مَالِھَا وَنَفۡسِھَا یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جملہ عورتوں میں بہتر وہ عورت ہے جس میں یہ صفات ہوں جب تو اس کو دیکھے تو وہ تجھے خوش کردے اور جب تو حکم دے تو اطاعت کرے اور جب تو اس سے غائب ہو تو اپنے مال اور اپنی جان کی حفاظت کرے، پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی (معالم التنزیل للبغوی)۔

اسی طرح دُوسری بہت سی روایات ہیں اس عورت کو دُنیا کا بہترین متاع فرمایا گیا ہے (الحدیث) اور انسان کی

سعادت کا ایک حصہ فرمایا، اچھی زوجہ سعادتِ انسان ہے، نیک کاموں پر معین ومددگار ہے، بہترین رفیق ہے، غم وحزن کا علاج ہے، سہارا ہے اور حوصلہ مندی کے حصول کا ذریعہ ہے، جیسا کہ حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو ابتدائی وحی کے حالات میں سنبھالا اور کام آئیں، اُن کا اُمت مسلمہ پر زبردست احسان ہے، اللہ پاک انکو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے اور ایسی بیوی دُنیا وآخرت کی خیر وبھلائی کے حصول کا ذریعہ ہے، یہ بھی ایک عورت کی شان ہے کہ ایک وقت میں لباس کی طرح ساتر بدن ہو، ساتر عیوب ہو، زینت ہو تو دُوسرے وقت میں اس کیلئے تسکین مزاج اور راحتِ قلب ہو، جس سے برائیاں دُور رہیں اور اس کو اس کی برکت، عفت اور پاکیزگی اور اس کو اس کی برکت سے قرار وسکون اور عفت حاصل ہو اور ادھر اس کیلئے حرث ہو جو اس کی اولاد میں اضافہ کا سامان ہو یعنی عورت ایک بہترین گلستان ہو، بہترین ہوٹل ہو، بہترین آرام گاہ ہو، تھکے ہارے کے لئے بہترین سکون ہو تب دونوں کیلئے مزہ ہے، خوشی ہے، راحت ہے اور جنت ہے اور رضاء الٰہی کا سامان ہے۔

اور اگر عورت میں شوہر کی نافرمانی، ضد مندی، بدمزاجی، بداخلاقی، زبان درازی کی صفت ہو تو پھر اس کی تربیت وادب سکھانے کی ضرورت ہوگی اور اس کیلئے فرمان ہے: وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ اس کو نصیحت کی جائے سمجھایا جائے پھر اس کو الگ کیا جائے خواب گاہوں یا گھروں میں اس سے کام چل جائے تو بہت بہتر، ورنہ ہلکی سی مرمت کی جائے، محبت آمیز انداز سے اس پر بھی نہ سدھرے تو متعلقین کو جمع کیا جائے ایک، ایک حاکم اس کی طرف سے ایک حاکم شوہر کی جانب سے جو دونوں کی بات سن سکیں اور صحیح دونوں کے درمیان توافق اور تطابق پیدا کرسکیں اگر دونوں فریقین کا ارادہ ہو اور حاکم بھی چاہیں اور یہی ہونا چاہئے اور اسی کی کوشش ہونی چاہئے، اسی میں خیر وبھلائی ہے۔

اس کو فرمایا وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا الخ فرقت کا نمبر سب سے اخیر میں ہے جب کہ کوئی شکل اصلاح کی نہ ہو دونوں کے مزاج خراب ہوں، نباہ ہونا دشوار ہو تو طلاق آخری شکل ہے وہ بھی ایک ساتھ تین طلاق نہیں بلکہ ترتیب کے ساتھ جس کا بیان اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ میں آیا ہے، کہ پہلے ایک طلاق رجعی دے، جس میں مراجعت کا حق باقی رہتا ہو اور موقع بھی کہ اگر شرمندگی ہوگی تو مداوا کرسکے گا اور ہاتھ سے بات نکلی نہ ہوگی۔

یہ احسن طلاق ہے پھر حسن ہے کہ ہر پاکیزگی اور طہر کی حالت میں طلاق دے جس میں صحبت نہ ہو اس طرح تین بار کہ عدت بھی گزر جائے اور پریشانی بھی نہ ہو، اور تین اور یا حالت حیض میں طلاق تو بدعت ہے اور خطرناک بھی ہے، حماقت اور جہالت کا قدم بھی ہے اور پریشانیوں اور دلدل میں وقوع کا سبب بھی اور معاشرہ اور سماج میں نجاست ڈالنے جیسی حرکت بھی ہے، جس کا نقصان خود اپنی ذات کو بھی ہے اور عورت کو بچے ہوں تو بچوں کو بھی اور خاندان کو بھی اور جملہ متعلقین کو بھی، الامان والحفیظ۔

مضامین

طلاق کے متعلق معاشرہ میں بیداری کی ضرورت

مولانا مفتی محمد احسان رشیدی ---------------- مدرس حدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے طلاق کو کھلونا بنالیا ہے، خاندان اُجڑ رہے ہیں، گھر برباد ہورہے ہیں، معاشرت تباہ ہورہی ہے، درحقیقت یہ حکم خداوندی کا مزاق ہے، اللہ تعالیٰ جوڑ کو پسند کرتے ہیں توڑ کو نہیں، طلاق دینا ربِ کریم کی بڑی نعمت کا کفران اور اس کے فرمان کی حکم عدولی ہے، چنانچہ اس نے نکاح ہوتے وقت کہا تھا کہ اے لوگوں رشتہ داریوں کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہنا ایک دُوسرے کے حقوق جان پہچان کر ادا کرتے رہنا، حسن سلوک، عفو درگزر، حلم و بردباری کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا، بہتر طریقہ سے اپنی رفیقِ حیات کے ساتھ زندگی گذارنا وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور یہ بھی سمجھایا تھا کہ اللہ تمہارے سارے معاملات، حالاتِ داخلی خارجی ساری زندگی کا نگہبان ہے، ہردم، ہرآن تمہارے جملہ حالات سے واقف ہے، لہذا ایک دُوسرے پر ظلم وزیادتی نہ کرنا، اللہ سے پورے پورے ڈرنا، یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ اور یہ بھی ذہنوں میں بٹھایا تھا کہ نا اتفاقی اختلافی مواقع پر صحیح اور درست بات کہنا کوئی غلط بات نازیبا جملہ نقصان دہ حرکت نہ کرنا، اللہ تمہارے حالات بہتر بنائے گا اور تمہیں اپنی عظیم الشان مغفرت سے نوازے گا، یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ الخ لیکن انسان اپنے رب کا بڑا نافرمان اور ناشکرا ہے، خدا کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا، جب نعمت چھین لی جاتی ہے اس وقت اس کو احساس ہوتا ہے، ایسا ہی کچھ رات دن طلاق دینے والوں کے بارے میں مشاہدہ ہورہا ہے کہ طلاق دینے کے وقت ہوش وحواس ہی نہیں رہتے، جذبات پر قابو نہیں پاتے غصہ میں آپے سے باہر ہوجاتے ہیں، بجائے اس کے کہ غصہ کو پی جاتے اور وقت کو کسی طرح ٹال دیتے تو زیادہ مفید ہوتا اور اللہ کے محبوب بن جاتے جیسا کہ اللہ پاک نے ایسے لوگوں کے ساتھ اپنی محبت کا اعلان کیا ہے کہ اور انکو محسنین کے ساتھ متصف فرمایا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے. وَالْكَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ لیکن لوگوں میں جہالت بڑھتی جارہی ہے، لوگ رذائل کا مجموعہ بن گئے، صفاتِ حمیدہ سے خالی ہیں، تعلیمات

اسلامیہ اور ہدایات قرآنیہ سے کوسوں دور ہیں سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کے بجائے سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا کا نعرہ بلند کررہے ہیں اور ہر روز پستی اور قعر مذلت میں گرتے چلے جارہے ہیں، خوش حالی کوسوں دور ہوتی جارہی ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ رشتہ داریوں کو جوڑو کیونکہ اس کی وجہ سے عمروں میں برکت ہوتی ہے حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی کے دونقد فائدے ملتے ہیں: عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهِ اَوْيُنْسَاَلَهُ فِيْ اَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ (متفق علیہ) ریاض الصالحین ص ۱۱۹۔)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی یہ پسند کرے کہ اس کے رزق میں فراخی کردی جائے یا اس کی عمر میں اضافہ کیا جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

دور حاضر میں اختلافات کی وجہ سے گھروں کی، محلوں کی، بستیوں کی برکت ہر کسی سے اُٹھتی جارہی ہے اور شیطان بے حد خوش ہورہا ہے، ادھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ناراض ہورہے ہیں شیطان روزانہ سمندر کے اُوپر تخت بچھا کر بیٹھتا ہے اور کارگزاری لیتا ہے، کوئی آکر کہتا ہے کہ میں نے چوری کرادی، کوئی کہتا ہے کہ میں نے فلاں گناہ کرادیا ہے، چنانچہ شیطان کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا لیکن ایک شیطان آکر کہتا ہے کہ میں نے میاں بیوی میں لڑائی کرادی یہاں تک طلاق کے ذریعہ ان میں جدائی ڈلوادی تو شیطان کہتا ہے واہ واہ تو نے کیا خوب کام کیا ہے، اس کو سینہ سے لگالیتا ہے، شاباشی دیتا ہے۔

حضرات قارئین کرم! اللہ تعالیٰ کو طلاق ناپسند ہے اَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَاللّٰهِ الطَّلَاقُ مجبوری اور ضرورت شدیدہ میں طلاق کی اجازت دی گئی ہے کہ جب میاں بیوی کا رشتہ ازدواج میں منسلک رہنا دُشوار ہورہا ہو اور کوئی صورت آپس میں نبھاؤ کی نہ بن رہی ہو ساتھ رہنے کے کیلئے کسی قیمت پر تیار نہ ہوں تو ایک طلاق کی اجازت دی گئی وہ بھی ایسے طہر میں دی جائے جس میں بیوی سے وطی نہ کی گئی ہو۔

بہر حال طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے، مگر اس کے لئے بھی اچھا طریقہ اختیار کیا جائے گا، تین طلاق ایک ساتھ دے دینا تمام ائمہ کرام کے یہاں ناجائز کہا گیا ہے اور پھر بلا سوچے سمجھے غصہ میں پاگل ہوکر یا نشہ میں چور ہوکر طلاق دینا گناہ کو ڈبل کردیتا ہے، جس کی شریعت میں بالکل اجازت نہیں دی گئی ہے، طلاق ایک قانون ہے، عورت پر ظلم ڈھانے کا کوئی ہتھیار نہیں ہے، لوگوں نے اپنی کم فہمی، ناسمجھی کی وجہ سے اس کو ہتھیار کے قائم مقام سمجھ لیا ہے، اللہ تعالیٰ ناراضگی کے ساتھ کہہ رہے ہیں وَلَا تَتَّخِذُوْا آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا اور

اللہ کی آیات کو مزاق نہ بناؤ۔

بنی اسرائیل نے احکامِ خداوندی کا مزاق بنایا، غلط استعمال کیا، طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہوئے تو وہ اللہ کی نگاہ سے گر گئے، مبغوض قرار دیئے گئے لوگوں کو ڈرنا چاہئے، طلاق کا غلط استعمال دنیا اور آخرت کو برباد کردیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم لوگوں کو علم وحکمت والا بنایا، اس اُمت کو سب سے زیادہ علم دیا اور اللہ نے کہا کہ اللہ تم کو نصیحت کررہا ہے، اللہ سے ڈرو اور طلاق کا غلط استعمال نہ کرو، طلاق قانونی لفظ ہے کوئی گالی یا ہتھیار نہیں ہے، اس کا استعمال مجبوری اور ضابطہ میں کیا جانا چاہئے، بلاوجہ خوامخواہ طلاق دینا شریعت میں نہایت مبغوض چیز ہے، چنانچہ عبداللہ ابن عمرؓ راوی ہیں حضورﷺ نے فرمایا کہ سب سے مبغوض ترین چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے اور عورت کو بھی ذرا سی بات پر طلاق کا مطالبہ کرنا گناہ ہے، ثوبانؓ راوی ہیں حضورﷺ نے فرمایا جو عورت اپنے شوہر سے بغیر کسی وجہ کے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے، طلاق کسی بھی حالت میں دی جائے مزاق میں، یا غصہ میں، طلاق واقع ہوجاتی ہے، آپﷺ نے فرمایا طلاق ایسی چیز ہے کہ اس کی حقیقت بھی حقیقت ہے اور مزاق بھی حقیقت ہے، طلاق دے کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تو مزاق کررہا تھا، طلاق پڑجائے گی زبان کا اعتبار ہوگا، حضورﷺ کے زمانہ میں ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاق دے دی تو ایک آدمی نے آپﷺ کو آکر بتلایا کہ فلاں نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاق دیدی آپﷺ اُٹھ کر کھڑے ہوگئے اور بے حد غصہ میں فرمایا کہ وہ میرے موجود ہوتے ہوئے کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کررہا ہے، معاملہ کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے ایک شخص نے اجازت چاہی کہ یارسول اللہﷺ اجازت ہو تو اس کی گردن اُڑادوں، تین طلاق ایک ساتھ دینا اس قدر غلط طریقہ ہے کہ زمانۂ نبوت میں اس کے خلاف تلوار نکلنے کی نوبت آرہی تھی۔

افسوس کا مقام ہے کہ لوگ دھڑ ادھڑ طلاقیں دے رہے ہیں، معاشرہ میں افراتفری کا عالم ہے، حالانکہ حضورﷺ نے فرمایا کہ رُوئے زمین پر طلاق سے مبغوض اور نفرت والی چیز اللہ نے پیدا نہیں کی، معاذؓ نے اس روایت کو نقل کیا ہے، اے اہل ایمان! اللہ کے فرمان اور نبیﷺ کے ارشادات پر دھیان دو! ورنہ بعید نہیں کہ بنی اسرائیل کی طرح ہم بھی عذاباتِ خداوندی کے محل نہ بن جائیں اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَامِنْ کُلِّ بَلَاءِ الدُّنْیَاوَعَذَابِ الْآخِرَۃِ۔

مضامین

مسئلہ بنت حواء
دیگر مذاہب اور مذہبِ اسلام

عبدالواجد رشیدی ندوی
خادم تدریس ورفیق ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ مرد اور عورت کا تعلق چولی دامن کی طرح ہے، ایک کو دوسرے کے بغیر سکون واطمینان حاصل نہیں ہوسکتا، انسان کے پاس چاہے دُنیا کی کیسی ہی نعمتیں ہوں اور اسکے پاس عورت نہ ہو تو اُسکو سکون اور قرار حاصل نہیں ہوسکتا، اس کی سب سے پہلی اور اہم نظیر پوری انسانیت کے لئے وہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا جنت میں تنہا رہنا ہے، جبکہ جنت سے بہتر مقام کیا کہیں ہوسکتا ہے؟ جس میں ہر من چاہی چیز ہر وقت موجود ہوگی، جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ کچھ اس طرح گویا ہیں: مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ کہ نفوس جو چاہیں گے وہ انکو وہاں میسر ہوگا اور آنکھیں لذت محسوس کریں گی اور تم وہاں پر ہمیشہ ہمیش رہوگے، پھر احادیثِ مبارکہ کے ذخیرہ میں جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پیارے نبی علیہ السلام ﷺ کا ایک ارشاد ملتا ہے: وہ ہے اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ (رواہ مسلم والنسائی/وصاحب ریاض الصالحین/ص/۱۰۹) کہ دُنیا ساز وسامان ہے اور دُنیا کا سب سے بہترین متاع (سامان) وہ نیک صالحہ بیوی ہے۔

معلوم ہوا جس مذہب نے عورت کو بہترین متاع بتایا ہو تو وہ مذہب عورت پر کیونکر ظلم وستم کرسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں میاں بیوی کے حقوق کے متعلق باضابطہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ، یعنی عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ ایسے ہی واجب ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ، اس آیت کریمہ میں دونوں کے حقوق کی مماثلت وبرابری کا حکم دیکر اس کی تفصیلات کو عرف کے حوالہ کر کے جاہلیت جدیدہ وقدیمہ کی تمام ظالمانہ رسموں کو یکسر ختم کر دیا، البتہ یہ ضروری نہیں کہ دونوں کے حقوق صورۃً بھی مماثل ہوں، بلکہ عورت پر اگر ایک قسم کی ذمہ داری لازم ہے تو اس کے بالمقابل مرد پر دُوسری قسم کی ذمہ داری واجب ہے، عورت اُمورِ خانہ داری اور بچوں کی تربیت وحفاظت کی ذمہ دار ہے، تو مرد ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کسبِ معاش کا ذمہ دار ہے، عورت کے ذمہ مرد کی خدمت واطاعت ہے تو مرد کے ذمہ عورت کے اخراجات کا انتظام۔

عورت کے متعلق دیگر مذاہب کے افکار ونظریات:

بائبل میں عورت کے حقوق: بائبل نے عورت کو کیا درجہ دیا ہے اس کا اندازہ بائبل کی مندرجہ ذیل عبارتوں سے

بخوبی ہوسکتا ہے، خداوند خدا نے عورت سے کہا اپنے خصم (شوہر) کی طرف تیسرا شوق ہوگا اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا (پیدائش ۳:۱۶) اے بیویوں اپنے شوہروں کی ایسی تابع رہو جیسے خداوند کی، کیونکہ شوہر بیوی کا سر ہے، جیسے کہ مسیح کلیسا کا سر ہے اور وہ خود بدن کا بچانیوالا ہے، لیکن جیسے کلیسا مسیح کے تابع ہے ایسے ہی بیویاں ہر بات میں اپنے شوہر کے تابع ہیں (افسیون :۵: ۲۲: ۲۴) قرآن خدا کا کلام ہے اور ہمیشہ حق ہی کہتا ہے، وہ کلیسا کی کونسلوں اور منوسمرتی کی طرح عورت کی تحقیر وتذلیل کا ہرگز قائل نہیں لیکن ساتھ ہی اسے جاہلیت قدیم وجاہلیت جدید کی زن پرستی سے بھی اتفاق نہیں، وہ عورت کو ٹھیک وہی مرتبہ ومقام دیتا ہے، جو نظام کائنات میں خالق نے اُسے دے رکھا ہے، عورت بہ حیثیت عبد اور مکلف مخلوق کے مرد کے مساوی اور ہم رُتبہ ہے لیکن انتظامی معاملات میں مرد کے تابع اور ماتحت ہے۔ بحوالہ جمالین رج/۲۔

اسلام سے پہلے عورت کی مظلومیت: عورت کی مظلومیت کی تاریخ اتنی ہی طویل اور قدیم ہے جتنی کہ خود ظلم کی مطلب یہ ہے کہ جس وقت سے ظلم شروع ہوا اسی وقت سے عورت مظلوم رہی ہے، اسلام نے آکر نہ صرف یہ کہ عورت کی مظلومیت کو ختم کیا بلکہ اُس کا جائز مقام دے کر وقار اور سربلندی بخشی۔

عورت کے بارے میں عیسائیت کا نظریہ: عیسائی نظریہ کے مطابق عورت انسان تو درکنار حیوان بھی نہیں ۵۸۶ء میں تمام عیسائی دُنیا کے علماء یورپ میں اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے جمع ہوئے کہ عورت میں رُوح ہے یا نہیں، بہت بحث ومباحثہ اور ردوکد کے بعد یہ طے ہوا کہ عورت میں رُوح ہے۔

عورت کے بارے میں ہندی نظریہ: ہندو قدیم تہذیب میں شوہر کے انتقال کے بعد عورت کو اچھوت اور منحوس سمجھا جاتا تھا اور ایسے حالات پیدا کردیئے جاتے تھے کہ وہ زندگی پر جل کر مرنے کو ترجیح دیتی تھی، بیوہ عورت کا بستر الگ کردیا جاتا تھا، اس کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ دُوسرے کے بستر پر بیٹھ سکے، اس کے برتن الگ کردیئے جاتے تھے، شادی بیاہ یا کسی خوشی کی تقریب میں بیوہ عورت کی شرکت منحوس سمجھی جاتی تھی، یہی وہ حالات اور اسباب تھے کہ جن کے پیش نظر ایسی ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتی تھی، اور مذہبی ٹھیکداروں نے اسے مذہبی تقدس کا نام دے رکھا تھا اور جو عورت حالات کی مجبوریوں کی وجہ سے شوہر کے ساتھ اس کی چتا میں جل جاتی تھی اس کو شوہر کی باوفا (پتی ورتا پتنی) شمار کیا جاتا تھا۔

عورت کے بارے میں یونانیوں کا خیال: یہ ہے کہ آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے، لیکن عورتوں کے شر کا مداوا محال ہے، سقراط کہتا ہے کہ عورت سے زیادہ فتنہ وفساد کی جڑ اور کوئی چیز نہیں ہوسکتی وہ دفلی کا درخت ہے کہ بظاہر بے انتہا خوبصورت وخوش نما نظر آتا ہے لیکن جب کوئی چڑیا اسے کھاتی ہے تو مرجاتی ہے، عورت کی ذلت کا خیال حکماء وفلاسفر ہی کے دماغ میں مرکوز نہ تھا بلکہ مذہبی دنیا میں بھی اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا تھا، قدلیس برنار کہتا ہے "**عورت شیطان کا آلہ ہے**" یوحنا دمشقی کا قول ہے کہ "**عورت شر کی بیٹی اور امن وسلامتی کی دشمن ہے**۔ موڈرن عورت اور اسلام ص ۱۵۔

ان تمام مذاہب کے نظریات اور افکار و خیالات کے بعد آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ کیا رُوئے زمین پر ایسا کوئی مذہب ہے جس نے عورت کو قعر مذلت سے نکال کر عزت و رفعت بخشی ہو؟ علاوہ مذہب اسلام کے کہ اس نے عورت کو ننگا ہونے سے بچایا، عورت کو گھر کا روشن چراغ بنایا، پھر اگر میاں بیوی کے درمیان کبھی اختلاف اور نزاع واقع ہو جائے تو اسکے حل ہونے کی شکلیں بھی اللہ پاک نے بیان فرمادی لیکن مذہب اسلام ظلم و زیادتی کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔

نافرمان بیوی اور اس کی اصلاح کا طریقہ: قرآن کریم نے ان کی اصلاح کے تین طریقہ بیان فرمائے ہیں، وَالّٰتِی تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَھُنَّ فَعِظُوۡھُنَّ وَاھۡجُرُوۡھُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَاضۡرِبُوۡھُنَّ، یعنی عورتوں کی طرف سے اگر نافرمانی کا صدور یا اندیشہ ہو تو پہلا درجہ اُن کی اصلاح کا یہ ہے کہ نرمی سے ان کو سمجھاؤ اور اگر وہ محض سمجھانے سے باز نہ آئیں تو دُوسرا درجہ یہ ہے کہ اُن کا بستر الگ کردو تاکہ اُن کو شوہر کی ناراضگی کا احساس ہو اور اپنے فعل پر نادم ہوں فی المضاجع کے لفظ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جدائی صرف بستر میں ہو نہ کہ مکان میں، اس میں عورت کو رنج بھی زیادہ ہوگا اور فساد بڑھنے کا اندیشہ بھی نہ بڑھے گا، جو عورت شریفانہ تنبیہ سے متاثر نہ ہو تو معمولی ضربِ تادیبی کی بھی اجازت ہے جس سے اس کے بدن پر نشان نہ پڑے، اور چہرہ پر مارنے سے مطلقاً منع فرمایا، ہلکی تادیبی مار کی گرچہ اجازت ہے مگر اس کے ساتھ ہی حدیث میں ارشاد ہے وَلَنۡ یَضۡرِبَ خِیَارُکُمۡ بھلے مرد عورتوں کو مار کی سزا نہ دیں گے۔ بحوالہ جمالین ر ج ۲/۔

اصلاح کا چوتھا طریقہ: اگر گھر کے اندر مذکورہ تینوں طریقے کارگر ثابت نہ ہوں تو یہ چوتھا طریقہ ہے اور یہ طریقہ ہے حکمین کا اگر حکمین اور زوجین اصلاح کے سلسلہ میں مخلص ہوں گے تو یقیناً ان کی سعی اصلاح کامیاب ہوگی، تاہم ناکامی کی صورت میں حکمین کو تفریق بین الزوجین کا اختیار ہے یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے ہے۔ بحوالہ جمالین ر ج ۲/۔

بہر حال ان تمام آیات کریمات سے معلوم ہوا کہ مذہب اسلام کے پاس اپنے ماننے والوں کے لئے تمام تر قوانین موجود ہیں دنیا کے کسی بھی عقلمند سے عقلمند انسان کو مسلم پرسنل لاء میں مداخلت کرنے کا ذرہ برابر بھی اختیار نہیں ہے، کیونکہ باری تعالیٰ فرما چکے لَاتَبۡدِیۡلَ لِکَلِمَاتِ اللہِ کہ اللہ کے کلمات میں ہرگز کسی بھی قسم کی تبدیلی نہیں کی جاسکتی، اور ایک مقام پر فرمایا: لَایَاۡتِیۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡم بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَلَامِنۡ خَلۡفِهٖ تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ کہ باطل نہ تو اس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے آسکتا ہے یہ حکیم اور حمید کی کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے۔

ایک مقام پر فرمایا کہ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس کے الفاظ کی حفاظت ہوگی، اسی طرح اس کے معانی و مطالب اور اس میں بیان کردہ تمام قوانین کی بھی حفاظت ہوتی رہے گی، چنانچہ اللہ پاک ہر زمانہ میں اسی طرح کے افراد و رجال پیدا فرماتے رہیں گے، جو اس میں ذکر کردہ ہدایات، تعلیمات، اُصول و ضوابط غرض تمام چیزوں کی حفاظت کا انجام دیتے رہیں گے، اَللّٰھُمَّ اجۡعَلۡنَاوَذُرِّیَاتِنَامِنۡھُمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَةِ!!!

مضامین   پہلی قسط

اسلام،طلاق،نکاحِ بیوگان،تعدد ازدواج

مولانا منظر قاسمی غفرلہ
استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

اسلام کا حسن و جمال اور خوبی وکمال:

کسی بھی قانون اور حکم میں غلطی کی دو ہی وجہیں ہوسکتی ہیں، یا تو قانون ساز میں علم کی کمی ہو یا قانون ساز میں خیر خواہی کی کمی ہو، اور دینِ اسلام کو اس ذات نے بنایا اور بھیجا ہے جو تمام انسانوں اور پوری دُنیا کا خالق ہے اور سارے عالم کا نظام چلانے والا ہے، جو حاکم ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم بھی ہے تو اس کا کوئی حکم کیسے حکمت سے خالی ہوسکتا ہے؟ (**فعلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَۃِ**) کہ ''حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے'' جس کا علم ہر پہلو سے کامل ہے، جو ماں باپ سے زیادہ مہربان اور رحمٰن ورحیم ہے، لہٰذا اسلام کا کوئی بھی حکم غلط نہیں ہوسکتا ہے۔

اس کے برخلاف انسان کا علم ناقص ہے، خواہ کوئی بھی انسان ہو کتنا ہی بڑا ذی علم ہو اس کی مجہولات (نہ جانی ہوئی باتیں) معلومات (جانی ہوئی باتوں) سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں، اور نہ ہی انسان میں خالق ومالک جیسی رحمت وشفقت بے غرضی و بے لوثی ہوسکتی ہے، اس لئے اس کا بنایا ہوا قانون ہر پہلو سے ہر اعتبار سے ہر ایک کیلئے ہر وقت مکمل صحیح اور درست نہیں ہوسکتا ہے۔

اسلام کی آسانی:

اَلدِّیْنُ یُسْرٌ دینِ اسلام آسان ہے، عمل کرنے والے اس پر عمل کرسکتے ہیں، چنانچہ ایک واضح بات یہ ہے کہ انسان کے جو فطری تقاضے طبعی ضرورتیں ہوسکتی ہیں اسلام نے ان سے بالکلیہ منع نہیں کیا ہے بلکہ اس کو پورا کرنے کی جو صورتیں اور طریقے ہوسکتے ہیں ان میں جو صورتیں اور طریقے مفید ہیں، ان کو جائز اور مشروع اور مباح قرار دیا ہے اور جو صورتیں اور طریقے بہتر نہیں ہیں انہیں غیر مشروع اور ناجائز قرار دیا ہے، مثلاً عورت کی خواہش اور جنسی تسکین ایک فطری اور طبعی تقاضا ہے تو اس کے لئے کچھ عورتوں کو حلال قرار دیا اور کچھ عورتوں کو حرام پھر نکاح کی صورت کو جائز اور زنا کو حرام، اسی طرح کھانے پینے اور دیگر طبعی تقاضوں میں **مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ**۔

اسلام شکر ادا کرنے کی صورت ہے اور شکر ادا کرنا عقلِ انسانی کا تقاضا ہے:

اگر ساری صورتوں اور طریقوں کو ممنوع اور ناجائز قرار دیتے تو انسان اس پر عمل نہیں کرسکتا تھا اور اگر

ساری صورتوں کواور طریقوں کو جائز اور درست قرار دیتے تو انسان کیلئے اپنے خالق و مالک اور محسن و منعم کے شکریہ کی صورت اور تعلق کی علامت نہ رہتی ہے، حالانکہ جس طرح ایک ذاتِ واجب الوجود کا ہونا اور اس کا تمام عیوب ونقائص سے پاک ہونا اور تمام خوبی اور کمالات سے متصف ہونا اور اس کا اکیلا ہونا عقلِ سلیم کا تقاضا ہے، اسی طرح سے عقل کا یہ تقاضا ہے کہ اس اکیلی ذات اور ہستیٔ عظیم کا ہم شکرادا کریں اور اس سے تعلق رکھیں جس نے ہمیں انسانیت کی شکل میں وجود بخشا اور ہمیں ہماری ضرورت کی چیزیں مہیا کی اور سارے عالم کو ہمارے لئے سجایا اور طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا جو ہمارے لئے حقیقی محسن اور منعمِ اعظم ہیں۔

اسلام ہمارے ہی نفع (دنیاوآخرت کی راحت) کیلئے ہے:

اللہ تو اللہ ہے اس کی عظمت اور بڑائی عالم کے ذرے ذرے سے آشکارا اور ظاہر ہے اس کی کبریائی اور خودی دنیا کے ہر چھوٹے بڑے واقعات سے عیاں اور بیاں ہے، اس کی شان بے نیاز ہے، اس کو کسی کی ضرورت نہیں ہے، اور سب اس کے محتاج ہیں، کسی کے سجدہ یا اطاعت سے اس کی عظمت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا ہے، کسی کی نافرمانی اور تکبر سے اس کی بڑائی میں کوئی فرق نہیں آتا ہے، اس نے اپنے بندوں پر رحم کھاتے ہوئے ان کی دنیا وآخرت کی راحت واطمینان کیلئے شریعت نازل کی ہے اور دینِ اسلام کو بھیجا ہے، جو اس پر عمل کرے گا دنیا وآخرت میں نفع اور راحت سے رہے گا اور جو عمل نہیں کرے گا دنیا وآخرت میں اپنا نقصان کرے گا، پریشان رہے گا، مَنْ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (پ:۲۱ ر ع:۲) یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (پ:۲۲ ر ع:۱۵) لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ (پ:۲۸ ر ع:۶)۔

ضرورت کے وقت طلاق دینا دُرست ہے:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شادی ہو جاتی ہے لیکن میاں بیوی کا ایک دوسرے سے مزاج نہیں ملتا ہے، ہر طرح کی کوشش کے باوجود ایک ساتھ زندگی دشوار ہوتی ہے، حدودِ شریعت پر قائم نہیں رہ پاتے، ایک دوسرے کے حقوق ادا نہیں کر پاتے، تو اب ایسی صورت میں دو ہی باتیں ہیں، یا تو اسے علیحدہ کردے یا اسے نکاح میں ہی رہنے دے، اگر اسے نکاح میں ہی رہنے دے تو پھر دو صورتیں ہیں، یا تو ساتھ زندگی بسر کرے یا علیحدہ، اگر ساتھ زندگی بسر کرے گا دونوں ایک دوسرے نالاں اور پریشان رہیں گے اور وقتی طور پر تو آدمی پریشانی برداشت کر لیتا ہے لیکن مستقل پریشانی برداشت کرتے رہنا ایک مشکل امر بلکہ عادۃً محال ہے۔

اور اگر نکاح میں رکھتے ہوئے علیحدہ رکھے گا تو وہ نکاح میں رہتے ہوئے بھی بے شوہر جیسی ہوگی نہ تو اسے جنسی تسکین وراحت ہوگی نہ ہی دیگر ضروریات کے سلسلہ میں راحت وآسودگی حاصل ہوگی، دیگر امور کے سلسلہ میں اگر راحت میسر ہو بھی جائے تو جنسی ضرورت کے سلسلہ میں راحت وتسکین حاصل نہیں ہوسکتی ہے، جب نکاح میں رکھنے کی دونوں صورتیں پریشان کن ہیں صحیح نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ نکاح سے علیحدہ کرنے میں ہی دونوں کی صلاح وفلاح ہوگی، اور نکاح سے علیحدہ کرنے کا نام ہی طلاق ہے، اس سے معلوم ہوا طلاق دینا ہی بعض حالات میں صحیح اور درست ہے بلکہ بعض اوقات ایک ضرورت بھی ہے، نہ صرف یہ کہ اس میں خرابی نہیں ہے بلکہ اس میں خوبی ہی خوبی اور حسن ہی حسن ہے۔

بلا حاجت ومصلحت کے طلاق دینا جرم اور گناہ ہے:

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ طلاق ایسی ہی صورت اور ضرورت میں مستحسن اور پسندیدہ ہے، بلاضرورت اور ناگزیر صورت کے طلاق دینا نہ صرف یہ کہ مستحسن اور پسندیدہ نہیں ہے بلکہ اپنے اوپر یا عورت کے اوپر یا دونوں پر ایک طرح کا ظلم اور نعمتِ خداوندی کی ناشکری بھی ہے، ایسا کرنے والے کو اس کا گناہ بھی ملے گا الاصل فی الطلاق الحظر لمافیہ من قطع النکاح الذی تعلقت بہ المصالح الدینیة والدنیویة، والاباحة انما ھی للحاجة الی الخلاص (اللباب،ص:۱۶۸) دنیا وآخرت میں نقصان بھی اٹھائے گا اور غضب الٰہی کا مستحق بھی ہوگا اِنَّ الطَّلَاقَ یَھْتَزُّ مِنْہُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ (الحدیث)۔

تاہم طلاق دینے سے طلاق ہوجائے گی اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی آدمی اپنا مال اپنے نقصان مثلاً شراب وغیرہ میں یا دوسرے کے نقصان میں استعمال کرے، یا بلا فائدہ پانی میں بہادے یا آگ لگادے تو نقصان بھی ہوگا اور گناہ گار بھی ہوگا لیکن وہ مال صرف ہوجائے گا، ملکیت اور قبضہ سے نکل جائے گا، تو جس طرح مال کے غلط استعمال یا بے موقع استعمال سے مال چلا جاتا ہے اگرچہ اس کو غلط استعمال کا گناہ ملے گا اسی طرح طلاق کے بے موقع یا غلط استعمال سے طلاق تو ہوجائے گی لیکن طلاق دینے والے کو غلط استعمال کا گناہ ملے گا، دوسرے پر ظلم کی صورت میں ظالم سمجھا جائے گا گناہ گار ہوگا لیکن طلاق ہوجائے گی، بہرحال طلاق ضرورت میں ہی مشروع اور مستحسن ہے، بلاوجہِ صحیح کے طلاق دینے سے طلاق تو ہوجائے گی لیکن گناہ گار ہوگا، یہ ایسا ہی ہے جیسے چاقو پھل تراش کر کھانے کے لئے اور دوسری ضرورت پوری کرنے کیلئے ہے نہ کہ اپنا یا دوسرے کا ہاتھ یا پیر کاٹنے کے لئے ہے، لیکن اگر کوئی اس کے غلط استعمال سے اپنے آپ کو یا دوسرے کو کچھ کاٹ ڈالے تو کٹ تو جائے گا لیکن گناہ گار ہوگا۔ (جاری)

خطبات　　　　قسط(۲)

دوخوف

پیر طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ

ترکِ معصیت پر انعام ربانی:

اسی عورت نے خواب میں دیکھا جنت کی بہاروں میں پھر رہا ہے، جناب اعلیٰ مقام جنت کا، میں بتاتا ہوں فرمایا: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ''کوئی انسان کی برائی کے وقت میرا خوف اسے روک لے دو جنتیں اس کو دوں گا'' سبحان اللہ، اس کی بڑی تفسیر علماء نے لکھی ہے، اس کا وقت نہیں ہے، پھر کبھی بتاؤں گا آپ کو کہ وہ دو جنتیں ہیں کیا؟ کیوں دو جنتیں کہا گیا ہے؟ اس پر کبھی سنیں گے ان شاء اللہ بات، کیا مقام ہے صرف یہ خوف کا مقام اللہ نے بتایا۔

کعب بن احبارؓ کی حدیث مجھے یاد آرہی ہے سناتا ہوں، ایک شخص ہوگا اس کو جب محل میں داخل کیا جارہا ہوگا وہ محل منفرد ہوگا جنت کے اندر منفرد، منفرد سمجھتے ہیں نا، یونیک بالکل ڈفرنٹ زبرجد سے بنا ہوگا یعنی سبز ایک موتی ہے جس کی ہم یہاں مثال دُنیا میں نہیں دے سکتے، اس سے اس محل کو تعمیر کیا ہوگا، اور محل کیا ہوگا وہ عجیب محل ہوگا، اس محل کے اندر ستر اور مکان ہوں گے ستر اور محل ہوں گے، سبحان اللہ، ان ستر محلوں کے اندر ستر اور دروازے ہوں گے، پھر جو محل ہوگا، اس کے اندر اس کو باقاعدہ اسی انداز سے اللہ نے ڈیکوریٹ کیا ہوگا، حور وقصور پتہ نہیں کیا جو جنت میں چیزیں ہیں، اس کا وہ مالک ہوگا، اس میں اندر وہ داخل ہورہا ہوگا، تو پوچھا جائے گا، یا اللہ اتنا بھاری اتنا بڑا مقام اس شخص کو کیسے دیا گیا؟۔

تو جواب آئے گا کہ اس شخص نے کوئی بڑا کام نہیں کیا جو تم سمجھتے ہو کوئی عبادت نہیں کی اس نے، لیکن اس نے ایک کام کیا تھا، کیا کام کیا تھا؟ کہ حرام کے نزدیک پہونچ گیا تھا کہ ایک دم اس کو میرا خوف طاری ہوگیا اور میرے خوف سے اس نے اس کو چھوڑ دیا، کتنی پیاری چیز ہے اللہ کا خوف، جب خوف ہوجائے انسان کو اور خوف کی وجہ سے انسان اللہ کے احکام پہ چلنے بھی لگے اور معاصی بھی چھوڑنے لگے اس طرح کی زندگی انسان گزارنے لگ جائے، اس میں بتایا اس کی نشانی کیا ہے؟ نشانی یہ ہے کہ اللہ پاک کے ڈر سے گناہ نہیں کرتا، اللہ کا خوف اس کو گناہ نہیں کرنے دیتا اور جب اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا تو زندگی بالکل پاک اور صاف ہوجاتی ہے۔

عبادت کی قبولیت کیلئے جھوٹ، غیبت وغیرہ سے اجتناب ضروری ہے:

اب جو ہماری زندگیاں ہیں زندگی میں آپ دیکھ لیں نماز بھی پڑھتے ہیں اور بدمعاشیاں بھی کرتے ہیں، فلاں کام بھی کرتے ہیں جھوٹ بھی بولتے ہیں، غیبت بھی کرتے ہیں کہاں گیا اللہ کا خوف؟ اللہ کا خوف ہو تو غیبت سے انسان کی زبان گنگ ہوجائے اور آنکھیں اندھی ہوجائیں، ہاتھ شل ہوجائیں، پاؤں وہیں جم جائیں، ایک حدیث ہمارے سامنے آجائے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا ایک فرمان ہمارے سامنے آجائے کہ یہ حرام ہے یہ چیز مجھے ناپسند ہے، اس کے نزدیک بھی مت جانا، اللہ فرمادے اور ہم بس کرتے رہے ہیں اور ہم اپنی عبادتوں پے لگے ہیں ایک روٹین پے، اس کو ہم بہت کچھ سمجھے ہوئے ہیں۔

بھائی ایک ایسی دُنیا آنے والی ہے جہاں کا معیار بہت عجیب ہے، یہ ہم نے خود اپنے آپ معیار بنالیا، ہم نے اپنے اسلام کو ایک عجیب معیار بنالیا، میں اکثر یہ بات کرتا ہوں حقیقی بات جو ہے اسلام کی وہ اور ہے، بہت کم بیان ہوتی ہیں یہ باتیں، بہت کم بتائی جاتی ہیں میں حقیقت بتارہا ہوں، ایک سطحی چیزیں ہم نے لے کے نا لوگوں کو بیوقوف بنارہے ہیں اور خود بھی بیوقوف بن رہے ہیں، یہ جو میں آپ سے بات کرر ہا ہوں یہ ایک حقیت ہے اسلام کی۔

بوقتِ پیشی رب ہمارا کیا حال ہوگا؟:

میں اور آپ جب اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، اور جب ہم وہاں کھڑے ہوں گے تو مجھے بتائیں ہمارا حال کیا ہوگا؟ جب ہمارے اعمالوں کی حیثیت کو دیکھا جائے گا اور کیا خوف؟ زندگی میں کبھی خوف سے ہم نے یہ کام کیا؟ نفس کی لذت پے ہمارے کام ہوتے ہیں سارے، آپ دیکھیں، ہاں جی ہم یہ کام تو کرر ہے ہیں فلاں کام تو کرلیا، اپنے آپ کو ہم نے بڑے حساب اور بڑے ایک مقام پے رکھا ہوا ہے۔

ذکرِ الٰہی کے بعد حرام کرنا عجیب ہے:

افسوس کی بات ہے اس سے زیادہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہم کام بھی کرر ہے ہیں اللہ تعالیٰ نے چانس بھی دیئے ہیں، موقعے بھی دیئے ہیں، اچھا ذکر کتنی بڑی عبادت ہے کیا جائز ہے ذکر کے بعد انسان حرام کام کرے، یہ جائز ہے ذکر کے بعد آنکھیں برام کام کریں، کان سے بری چیزیں سنیں، ہاتھ سے برے کام ہوں، جائز ہے؟ اس وقت ذکر کی مجلس میں بیٹھے ہیں دُنیا کی زمین رشک کرر ہی ہے ہمارے اوپر اندازہ لگائیں، اور وہ کیا کہہ رہے ہیں فَبِاَیِّ آلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ لیکن تم اس کو ٹھکرا رہے ہو، اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ تم اس کو بھی ٹھکرا رہے ہو، جتنی نعمتیں

تمہیں میں دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کہتے ہیں، تم اس کو ٹھکرا دیتے ہو، تم ان نعمتوں کو قبول ہی نہیں کرتے، اندازہ لگائیں۔

نماز صبح کی دیدی، ظہر کی نماز دیدی، عشاء کی نماز دیدی، قرآن پڑھنے کی توفیق دیدی، صبح کا اور شام کا مراقبہ دیدیا، یہ کم انعامات ہیں؟ فَبِاَیِّ آلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ کس طرح جھٹلایا، جاتے ہی ہم نے پھر بے ایمانی شروع، جاتے ہی غلط سودا کر دیا، جاتے ہی جھوٹ بول دیا، جاتے ہی کہتے ہیں یار یہ پروگرام بہت اچھا ہے یار یہ سن لیتے ہیں، یار بہت اچھی چیز ہے وہ کرلیا، تو کتنے بڑے اللہ کے احسان ہم نے ختم کیے ہیں کتنا بڑا احسان کہ کروڑوں میں سے ہمیں پسند کیا اللہ پاک نے۔

عباداتِ ربانیہ ہیں انعاماتِ الٰہیہ:

اللہ نے ہمیں ذکر میں بٹھایا ذکر سنوایا، کلمات پڑھوائے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ شکر ہے اللہ کا ہم وعدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کہ اتنے بڑے انعام کے بعد میں کیسے اسے ضائع کرسکتا ہوں؟ اب کبھی نہیں ہوسکتا جو گناہ میں کرتا ہوں کبھی نہیں کروں گا، اتنا وعدہ بھی کر کے ہم نہیں نکلتے مجالس سے، یہ بھی نہیں ہوتا، کہہ کے نکلتے ہیں بس جناب ہم بخشے بخشائے ہیں، سب کچھ ہیں بالکل صحیح ہے، آپ اور میں جب نکلیں گے اس دروازے سے مہریں لگ چکی ہوں گی کہ یہ بخشے گئے، یہ چیز واقع ہے، حدیث میں ہے ھُوَ الْقَوْمُ لَایَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ اور اللہ کا فرمان ہے کہ یہ مجلس ہی ہے ایسی، اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ذکر کرنے والوں میں کوئی ذکر نہ کرنے والا بھی آئے تو میں اس کو بھی بخش دیتا ہوں، کیا کم انعام ہے۔

ذکر اللہ میں لگ کر برائی میں لگنے والے کی مثال

ہم کس طرح ضائع کر دیتے ہیں مجھے بتائیں آپ؟ فَبِاَیِّ آلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ کس طرح جھٹلاؤ گے تم اس چیز کو؟ اسی وقت جا کر ساری مجلس کو ہم ختم کر دیتے ہیں ساری زندگی اللہ اللہ ہم نے جو کیا ہوگا، کرتے ہیں، ایسی بات نہیں ہے لیکن ضائع بھی اسی طرح ہم کر دیتے ہیں، جیسے ایک آدمی کمارہا ہے، خوب مال کمارہا ہے دکان پے، لیکن شام کو جا کے جوئے خانے مین ختم کر دیتا ہے، عقلمند آدمی کوئی اس کو کہے گا؟ مال تو کمایا اس نے، مال تو ہم کما رہے ہیں اللہ کا فضلِ عام ہے ہم پر، لیکن ضائع کس طرح کرتے ہیں ضائع کرنے سے روکنے کے لئے چیز کیا چاہئے ہمیں کہ ختم نہ ہو؟ خوفِ خدا چاہئے، وہاں جم جائیں اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت دے دی ہے، آگے جا کے گناہ میں اللہ تعالیٰ کا خوف اتنا طاری ہو جائے۔

صحابۂ کرامؓ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے تھے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ”جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہونچاتا ہے کہ اس کا گمان بھی نہیں ہوتا“ جس نے خوف کیا، کیسے خوف کیا؟ اللہ اکبر! کیسے خوف کیا یَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ”اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور سچوں کے ساتھ رہو، کیسے ڈریں؟ جیسے حضرتِ عمرؓ ڈرتے تھے، جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ ڈرتے تھے دیکھیں آپ جیسے حضرت طلحہؓ ڈرے، حضرت زبیرؓ ڈرے، حضرت ابوہریرہؓ ڈرے، ایک لاکھ چوبیس ہزار سے تجاوز کر جانے والے صحابہؓ سب ڈرے، ایسے ڈرو، حضرت عمرؓ سے کوئی کہہ کے دیکھتا کہ چھوڑو جی کیا فرق پڑتا ہے۔

دورِ فاروقی کی ایک مثال:

حضرت عمر فاوقؓ کا تو یہ کمال آپ دیکھیں خوف دیکھیں، کہ گشت کرتے کرتے ایک گھر کے پاس سے گزرے، رات کا وقت تھا تو وہ عورت کہہ رہی ہے بیٹی سے کہ چل اب دودھ میں پانی ملا تا کہ دودھ زیادہ ہو جائے تو صبح زیادہ بیچیں، بیٹی کہہ رہی ہے میں یہ کام نہیں کر سکتی، سنا ہے نا آپ نے قصہ حضرت عمرؓ کا؟ وہ کہتی ہے میں یہ کام نہیں کر سکتی، حضرت عمرؓ وہیں جم گئے یہ کیسا گھر ہے؟ آخر کیا بات ہے، بھوکا مارنا ہے تو نے؟ وہ اس دنیا کی بات کر رہی ہے (سبحان اللہ) اور بچی عہد رسالت کی بات کر رہی ہے۔

دونوں ایکشن اللہ پاک دکھا رہے ہیں کہ یہ ہمارے اخلاق ہیں اور وہ صحابہ کرامؓ کے اخلاق ہیں، بچی کہہ رہی ہے کہ میں تو نہیں کروں گی ماں کہہ رہی ہے دیکھ کتنا نقصان ہوگا، بک جائیں گے ہم غریب ہیں فلاں ہیں دودھ میں پانی ڈالے گی تو زیادہ بکے گا ڈال اس میں پانی، بیٹی کہتی ہے کہ پانی نہیں ڈالوں گی، وجہ کیا ہے؟ اس لڑکی نے کہا کیا اپ کو وجہ پتہ نہیں ہے حضرت عمرؓ نے کیا کہا ہوا ہے؟ ماں سر ملتی ہوئی کہہ رہی ہے کیا یہاں عمرؓ ہے، تجھے دیکھ رہا ہے عمرؓ؟ بیٹی کہہ رہی ہے کہ عمرؓ تو نہیں دیکھ رہا لیکن اللہ تو دیکھ رہا ہے، حضرت عمرؓ وہیں کھڑے ہو گئے اور کانپ گئے، کھڑے روتے رہے دیوار کے ساتھ دیکھا کیا ہیرا پیدا کیا اس گھر کے اندر اور چلے گئے۔

تقویٰ کی بنیاد پر رشتہ کا انتخاب:

سو جاتے ہیں جا کے اپنی اہلیہ کے پاس، اور کہتے ہیں کہ اپنے بیٹے عاصمؓ کے لئے ہمیں رشتہ چاہئے، کہتے ہیں میرے ساتھ آجاؤ، پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ کہا فلاں جگہ، کہتی ہے یہ کدھر کھڈے میں جا رہے ہیں، ایسی جگہ ہمارا رشتہ

ہوجائے، امیر المؤمنین ہیں آپ! ہم تو بہت اُونچی چیز ہیں، فاروقی خاندان ہے ہمارا، ہم کہاں جائیں؟ ان کے ساتھ دودھ بیچنے والوں کے ساتھ رشتہ کریں، آج کل یہی ہوتا ہے نا؟ لیکن حکم کیا ہے کہ یہ چیزیں نہ دیکھو بلکہ تقویٰ دیکھو۔

غریب اور امیر نہیں بلکہ ایسی عورت چُن لو جس کے اندر تقویٰ اور خوفِ خدا موجود ہو، تو پیدا کون ہوگا وہاں سے؟ اللہ اکبر! کیسے کیسے انسان پیدا ہوں گے، اسی نسل سے چل کر عمر بن عبدالعزیز فاروقیؒ پیدا ہوئے، دیکھیں آپ، مجدد الفِ ثانیؒ پیدا ہوئے، فاروقی خاندان وہیں سے چلا ہے، بابا شکر گنج پیدا ہوئے، حضرت تھانویؒ پیدا ہوئے، شاہ ولی اللہؒ پیدا ہوئے، یہ سب فاروقی تھے، کیا ہیرے پیدا ہوئے ان سے مجھے بتائیں، وہ کہہ رہی ہے میں نہیں جاتی، حضرت عمرؓ نے فرمایا چل تو صحیح، بالآخر منوایا اور دونوں گئے اس کے گھر، اس نے گھر والی عورت نے سوچا کیا ہوگا پکڑے گئے، پانی ملانے کی شکایت کردی، جہاں عمرؓ کو دیکھتے تھے وہ تو ویسے ہی ڈر جاتے تھے اور عمرؓ (سبحان اللہ) ایسے سر جھکائے ہوئے وہاں پے کھڑے ہیں وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ ایسے ڈر والے ایمان والو وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ۔

فرمایا حضرت عمرؓ نے ہم تو بھکاری بن کے آئے ہیں کیا بات ہے وہ کہہ رہی ہے؟ فرمایا ہم تو کچھ مانگنے آئے ہیں، بولی ہمارے پاس کیا ہے؟ ہم غریب لوگ ہیں ہم سے کیا مانگنے آئے ہیں؟ ہم تو کچھ نہیں دے سکتے وہ کہتی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ نہیں انکار نہ کرنا، ہمارے پاس تو کچھ نہیں ہے تیرے پاس تو بہت بڑی دولت ہے، اللہ پاک نے تجھے بڑی دولت سے نوازا ہے، کہتی ہے میرے پاس؟ خواب وخیال میں بھی نہیں میں تو دُودھ میں پانی ملا رہی تھی میرے پاس دولت کہاں سے آگئی؟ فرمایا ہیرا ہے تیرے پاس اور ہیرے کو کون جانتا ہے؟ جوہری قدر جانتا ہے، تو کیا قدر جانے گی کیا چیز تیرے پاس موجود ہے پاگل، تجھ سے تیرا ہیرا لینے آئے ہیں، کہتی ہے کونسی بات کر رہے ہیں؟ فرمایا یہ جو تیری لڑکی ہے میں اپنے لڑکے کا رشتہ لیکر آیا ہوں تیرے پاس، بڑی مہربانی ہوگی ہاتھ باندھ کے کہہ رہا ہوں تو اس کا رشتہ کردے۔

تقویٰ کی برکات:

کہتی ہے ٹھیک ہے میں اپنی لڑکی سے پوچھتی ہوں اللہ اکبر سبحان اللہ! رشتہ طے ہوگیا، کہاں سے نکل کر رشتہ کہاں پہونچ گیا، عمر فاروقؓ کے گھر، یہ ہے تقویٰ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا یہ اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ ایسی جگہ سے رزق دیتا ہوں اس انسان کو، ایسی بلندی عطا کرتا ہوں جس کا وہم وگمان بھی نہیں کرسکتا وہ شخص، اسے عروج پے پہونچا دیتا ہوں، ایک کرنٹ پڑتا ہے آدمی پے بس، دو زندگیاں ہمارے سامنے ہیں، ایک خوفِ دنیا کی، جس میں لپز ہیں، پریشانی ہی پریشانی ہے، رات کو جاگنا ہی جاگنا ہے، بدمعاشیاں ہی بدمعاشیاں ہیں، بیماریوں کو دور کرنے سے لے کے خرافات ہی

خرافات ہیں، ہر قسم کے خرافات کو قبول کرتے ہیں کہ یہ بیماری خوف والی نکل جائے بس ختم ہوجائے یہ بھی کرلو وہ بھی کرلو۔

اللہ کی یاد والی زندگی:

شیطان بتاتا ہے کہ یار کام کرلے صحیح ہوجائے گا، فلاں کام کرو صحیح ہوجائے گا، وہ رات کو اُٹھتے ہیں کیا کریں جی نیند نہیں آتی تو پھر یہ کام کرنا شروع کردیتے ہیں ہم، یہ حقیقت ہے، سٹوریئے ہیں اور آج تو اوپن ہے ناہر چیز، کوئی عیب بھی نہیں سمجھتا اس چیز کو عیب بھی نہیں سمجھتا اور ہر جگہ موجود ہے یہ چیز، اندازہ لگائیں، دُوسری طرف کیا زندگی ہے اللہ کی یاد، اللہ کا خوف، صحیح ہے بھائیو؟ سب سے بڑی پہلی چیز کہ ہمیں نیت کرنی چاہئے اس کی، کہیں منزل اللہ نے دُور نہیں رکھی یہیں بیٹھے بیٹھے ابھی خوف پیدا ہوجائے اللہ کے فضل سے، لیکن وعدہ کریں کہ خوف کی نشانیاں اللہ نے بتائی ہیں۔

انسان کا ہر وقت امتحان ہوتا ہے:

جب کبھی بھی اللہ کی نافرمانی کا وقت آجائے صبح سے لے کے شام تک انسان کی زندگی میں ٹیسٹ آتے ہیں، ہر وقت اللہ نے انسان کو ٹیسٹ میں رکھا ہے یہ بتادیتا ہوں، آنکھوں سے بھی لیتا ہے زبان سے بھی لیتا ہے، ہاتھ سے بھی لیتا ہے، پیٹ سے بھی لیتا ہے، ہر وقت انسان کا ٹیسٹ لیتا ہے اور ہر وقت انسان کے عروج کا ٹائم ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قرب کی کوئی حد نہیں، اللہ کے قرب کی کوئی حد نہیں، ابھی تک کوئی پہونچا ہی نہیں ان کے قرب تک کوئی نہیں پہونچا، یعنی جو سب سے بڑا شخص ہے سب سے بڑی ذات ہے کائنات کے اندر وہ کون ہے؟ رحمۃ الکائنات ﷺ کی ذات ہے، آپ کا بھی قرب ختم نہیں ہوا، ابھی بھی ختم نہیں ہوا کیوں؟۔

قربِ الٰہی ختم نہ ہونے والا سلسلہ ہے:

کہ جب ہم دُرود شریف پڑھتے ہیں آپ ﷺ کا قرب اور درجات بڑھتے ہیں، ہے یا نہیں؟ آپ ﷺ کے درجات بڑھ رہے ہیں بلکہ ابھی بھی بڑھ رہے ہیں، اگر ہم یہ کہیں کہ قاب قوسین جو آگیا! کہ وہ اتنے قریب اللہ کے جاچکے ہیں کہ ایک قوس کا فاصلہ رہ گیا، پھر بچا کیا؟ لیکن اس مقام کے بعد بھی اللہ کے قرب کی اتنی منازل ہیں اتنی منازل ہیں کہ ابھی تک ختم نہیں ہوئیں، اور نہ ختم ہوسکتا ہے، جب آپ کا ختم نہیں ہوا تو ہمارا کہاں سے ختم ہوجائے گا؟ ہر ذکر پے درجہ بلند ہوتا ہے، ہر نماز سے بلند ہوتا ہے، ہر دُعاء پے درجہ بلند ہوتا ہے، ایک ایک ایکشن

جب ہم نیک کام کرتے ہیں درجہ بلند ہونا شروع ہو جاتا ہے انسان کا قرب بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی حکومت ہم کیا سمجھ سکتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ کیا ذات ہے اس کی، کیا شان ہے؟ کوئی نہیں سمجھ سکتا، کوئی دُنیا میں نہیں سمجھ سکتا، حتیٰ کہ یہ کہ اس وقت حشر کے میدان کے اندر بھی جس وقت تمام انبیاء جائیں گے کہیں گے، مر گئے اتنا ہی کچھ کام کرا دیں ہمارا کہ کم از کم حساب کتاب تک تو لے جائیں ہمیں، ہم تو یہاں کھڑے کھڑے ہی ختم ہو گئے، ایک وقت بھی آئے گا ہمارے اُوپر۔

شفاعتِ کبریٰ کا مقام نبی پاک ﷺ کے لئے ہے:

حشر کا میدان ہزاروں سال پتہ نہیں کتنے سال ہیں، انسان انتظار کرے گا کہ حساب کتاب شروع ہو اور گرمی وغیرہ جو کچھ آپ پڑھتے ہیں حدیثوں میں کیا حالات ہوں گے، انبیاء بھی گھبرا جائیں گے کہ کریں کیا؟ جا کے سفارش کریں یا رسول اللہ ﷺ اتنی تو ہماری بات ہو جائے اتنا معاملہ ہمارا ہو جائے کہ حساب کتاب ہی شروع ہو جائے، کچھ کام تو چلے یہاں سے تو نکلیں، جہنم یا دوزخ جو بھی ملے الگ کی بات ہے یہاں سے تو نکلتے ہیں، اس مقام سے تو نکلیں۔

ایک مقام ایسا بھی آئے گا اس وقت اللہ کے نبی ﷺ سبحان اللہ کیا شان ہے آپ کی، سجدہ کریں گے اور وہ مقام سنیں کیا ہو گا! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے حبیب آج تجھے وہ کلمات دے رہا ہوں جو اس سے پہلے کبھی تو نے پڑھے ہی نہیں کلمات، بتائیں آپ! ابھی تو قرب باقی تھا نبی پاک ﷺ کا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ ﷺ کی زبان سے کہلوائے گا پھر آگے وہ معاملہ چلنا شروع ہو جائے گا، تو میرے بھائیو درجات تو بہت ہیں ہم تو اپنی زندگی کو ضائع کر رہے ہیں، خدا کی قسم بتائیں سوچیں آپ کہ کوئی چیز بھی حاصل کرنے کے لئے انسان جاتا ہے یا نہیں؟ چلو اتنا تو ہے چند آدمی سن رہے ہیں نا؟ لوگ تو سنتے بھی نہیں یہ باتیں، کرتے بھی نہیں، ان کا تعلق ہی نہیں دین سے، یہ تو ایکسٹرا باتیں کر رہے ہیں ان سے دین کا کیا تعلق ہوتا ہے، چل رہا ہے ایک ہی رُوٹین سے چل رہا ہے کام، اللہ بڑا غفور رحیم ہے بخشنے والا ہے، کوئی بات نہیں چلا ہے، تو ہمارا کام اس وقت کیا ہے؟ ہم میں کیا پیدا کرتا ہے؟ خوف دنیا نکال کر خوف آخرت آجائے، خوفِ خدا آجائے، سب کریں گے؟۔

منتخبات

مسائل وفتاویٰ

ادارہ

سوال: شریعت میں طلاق کے کیا معنیٰ ہیں؟۔

جواب: قیدِ نکاح کو الفاظِ مخصوصہ کے ذریعہ سے فی الحال یا فی المآل اٹھادینے کو شرعاً طلاق کہتے ہیں ”هُوَرَفْعُ قَيْدِ النِّكَاحِ فِي الْحَالِ وَالْمَآلِ بِلَفْظٍ مَّخْصُوْصٍ“۔

سوال: طلاقِ رجعی، مغلظہ وبائنہ کی شریعت میں کیا تعریف ہے اور رجعت کے متعلق ان کا کیا حکم ہے؟۔

جواب: ایک طلاق یا دو طلاق اگر صریح الفاظ سے، یا قائم مقام صریح سے دیجائے تو اس میں شوہر کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور بعد عدت طرفین کی رضامندی سے نکاح دُرست ہوتا ہے، ایسی طلاق کو رجعی کہتے ہیں، اور اگر الفاظِ کنایہ (جو قائم مقام صریح کے نہیں) سے طلاق دی جائے تو اس میں رجعت کا اختیار نہیں رہتا، البتہ طرفین کی رضامندی سے نکاح ہوسکتا ہے، ایسی طلاق کو بائن کہتے ہیں، اور اگر تین مرتبہ طلاق دے دی جائے تو اس میں حلالہ کی ضرورت پیش آتی ہے، ایسی طلاق کو مغلظہ کہتے ہیں، تینوں طلاقوں کی صورتیں اور فروع کتبِ فقہ میں مفصل موجود ہیں، حکم یہی ہے جو یہاں مذکور ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: زید اور اس کی بیوی میں بوجہ ناموافقتِ مزاج کشیدگی اس قدر بڑھ گئی کہ زید کو اپنا دین اور دُنیا تباہ ہوتی نظر آرہی ہے، تین سال کی متواتر کوشش اور سمجھانے کے باوجود اس کی بیوی راہ راست پر آنے کے بجائے نافرمان ہی رہی، بد دینی یہاں تک بڑھ چکی ہے کہ وہ زید کے والدین کو بھی ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے لگی، زید نے اس کی خامیاں اور نافرمانیاں اس کے مخصوص متعلقین سے بیان کیں تو زید کے خسر نے زید کے والد کے والد کے متعلق کہا کہ میں اس کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔

زید نے اپنی بیوی کو دُرست کرنے کیلئے سبھی ترکیبیں استعمال کرلی ہیں، مثلاً ترکِ کلام اور زد وکوب وغیرہ بھی کرکے دیکھ لیا لیکن کوئی صورت اس کے ساتھ زندگی گذر جانے کی پیدا نہیں ہوسکی، مجبوراً اگر طلاق دے کر پیچھا چھڑائے تو زید کی ایک قومی انجمن ہے جس کا قانون ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے تنگ ہو تو طلاق دینے سے قبل وہ انجمن میں درخواست دے، جب انجمن اجازت دے تب طلاق دے سکتا ہے ورنہ نہیں، بدونِ اجازتِ انجمن

اگر طلاق دے دی تو ایسے شخص کے لئے پانچ سال مکمل ترکِ موالات کر دیا جاتا ہے، اگر چہ زید نے مجبوری کی درخواست مذکورہ انجمن میں پیش کر دی ہے لیکن انجمن میں اشخاص زید کی زوجہ کے حمایتی اور سرکش موجود ہیں، وہ درخواست دیکھتے ہی افراد انجمن پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ زید کے طلاق دینے سے پہلے ہی مکمل دس یا پانچ سال تک کے لئے ترکِ موالات کر دیا جائے اور زید کو جان سے مروا ڈالنے کی اسکیم بنا رہے ہیں۔

ایسی صورت میں زید یا تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے کر اپنی زندگی اور دین کو برباد کرے، یا خودکشی کر کے اپنی جان کو ختم کر لے، اس کے علاوہ کوئی تیسرا چارۂ کار نہیں ہے، کیا شریعت نے شوہر پر طلاق دے کر خلاصی حاصل کرنے کے بارے میں اس قدر سختی کا حکم دیا ہے؟ اگر نہیں تو بعد از طلاق انجمن یا کسی کمیٹی کا شوہر کے خلاف ایسا مذکورہ بالا فیصلہ دینا کیا جائز ہے؟ مع حوالۂ کتب جواب تحریر فرمائیں، بیوی غیر مقلد ہے اور زید حنفی المسلک ہے، نیز مطلع فرمائیں کہ زید کے خلاف مذکورہ بالا فیصلہ دینا کہ وہ دس پانچ سال یا کسی بھی مدت کے لئے پابندی لگانا کہ اس کا کوئی نکاح نہ کر سکے جس سے اس کی زندگی اور ایمان تک خطرہ میں پڑ جائے، کیا شرعاً جائز ہے؟۔

جواب: اول نرمی سے عورت کی اصلاح کی جائے شفقت سے اس کو سمجھایا جائے، اس سے کام نہ چلے تو مناسب طرح سے اس کو تنبیہ کی جائے، حسبِ موقع ڈانٹ کی بھی اجازت ہے، جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہو اور صبر بھی نہ کر سکے تو طلاق کی اجازت ہے۔

اگر عورت زبان درازی کر کے اذیت پہنچاتی ہے تو اس کو طلاق دیدینا مستحب ہے، جبکہ اس کو طلاق دینے کے بعد ابتلائے معصیت کا اندیشہ نہ ہو"**وقولهم : الأصل فيه (أي في الطلاق) الحظر، معناه أن الشارع ترك هذا الأصل فأباه، بل يستحب لو مؤذيةً**" (درمختار)۔

"**(قوله: مؤذيةً) أطلقه: فشمل المؤذية له أو لغيره بقولها أو بفعلها (قوله: أو تاركة صلوة) الظاهر أن ترك الفرائض غير الصلوة كالصلوة**" (درمختار ص:۲۱۶/ج:۲)۔

جب آدمی حدود شریعت میں رہ کر اجازت سے اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو وہ شرعاً مجرم نہیں اور جو شخص شرعاً مجرم نہیں کسی انجمن کو حق نہیں کہ اس کو مجرم قرار دے کر سزا دے اور اس سے ترکِ موالات کر دے، اور شادی کرنے سے روک دے، جس سے وہ طرح طرح کی پریشانیوں میں گرفتار ہو جائے، ایسا اقدام گناہ اور ظلم ہے، فقط واللہ اعلم۔

(فتاویٰ محمودیہ/ج:۱۲)

بزم رفتگاں

مخلص وکرم فرما، بافیض استاذ اور خادمِ دین وملت

حضرت الحاج حافظ القاری شبیر احمد عالم پوری کا انتقال

محمد ساجد کھجناوری

استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۱۲ر جنوری ۲۰۱۸ء بروز جمعہ نمازِ فجر اور اپنے دوسرے معمولات سے فراغت کے بعد اس خاکسار نے جیسے ہی اپنا واٹس ایپ آن کیا تو گرامی قدر ماسٹر حافظ غفران انجم صاحب کا ارسال کردہ وفات پر مبنی یہ دل خراش خبر نامہ نگاہوں کے سامنے تھا جس میں لکھا گیا تھا کہ گذشتہ دیر شب تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ان کے پچاسی سالہ والد بزرگوار، مدرسہ تعلیم القرآن رسول پور کلاں کے معمار مہتمم اور جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے سابق استاذ حضرت الحاج حافظ شبیر احمد اپنے وطن مالوف عالم پور عماد پور (مشہورِ زمانہ اور قدسی صفات اہل اللہ کی سرزمین رائے پور کے بالکل قریب ایک مسلم بستی) میں طویل علالت کے بعد اس جہاں فانی سے رخصت ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بندہ کیلئے یہ خبر بالکل غیر متوقع تھی اس لئے کہ ادھر قریب کے زمانہ میں ان کے امراض واسقام کی ایسی تشویش آمیز کوئی اطلاع بھی معلوم نہ ہوسکی تھی کہ جس کے بعد فوراً رابطہ کرکے ان کی عیادت کی جاتی اور کم ازکم ان کا وہ حالِ دل بھی سن لیا جاتا جسے وہ کبھی کبھی یادوں کے سہارا سنایا کرتے تھے، دراصل یہ وہ واقعات اور نشیب وفراز تھے جو مؤسس جامعہ حضرت مولانا قاری شریف احمد گنگوہیؒ کو مدرسہ کے قیام تاسیس کے معاً بعد پیش آئے تھے، مگر ان کے جواں عزم وحوصلے کے سامنے سارے فتنے تارِ عنکبوت ثابت ہوئے، مرحوم حافظ شبیر احمد صاحب چونکہ ان میں سے بعض کوائف کے عینی شاہد بھی تھے اس لئے وہ ماضی کے گم گشتہ اوراق پلٹ دیا کرتے تھے، اور ہم جیسے حضرت قاری صاحبؒ کو خراج تحسین پیش کرتے تھے۔

قارئین کو بتا تا چلوں کہ حضرت حافظ صاحب مرحوم اپنے علاقہ میں اپنی دینی خدمات کے سبب نہ صرف محبوبیت رکھتے تھے بلکہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے در ودیوار بھی ان سے بے حد مانوس تھے، اسی لئے وہ یہاں کی مجلسِ مشاورت کے بھی قابل احترام رکن رکین تھے، انہوں نے ۱۹۷۷ء میں اپنے خانگی تقاضوں کے سبب اگرچہ پچیس

سالہ طویل قیام کے بعد گنگوہ کو الوداع کہہ دیا تھا لیکن انہوں نے جامعہ اور اس کے مثالی منتظم سے جو دیرینہ مراسم استوار کئے تھے نہ ان پر حرف ہی آنے دیا بلکہ قصہ پارینہ ہونے سے بھی انہیں بچائے رکھا، ورنہ اداروں سے علیحدگی کے بعد عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ طرفین میں دل بستگی کا وہ علاقہ نہیں رہتا بلکہ بعض تو خوفِ الٰہی سے بے خطر ہو کر راہِ تخریب پر گامزن ہو جاتے ہیں، پھر وہ تمام حربے بھی روا رکھے جاتے ہیں جو بظاہر دینی اعتبار سے دو متضاد مملکتوں میں متصور ہو سکتے ہیں بلکتا ہے جیسے کفر اور اسلام کی جنگ چھڑ گئی ہے۔

اختلاف رائے کا ہونا تو ایک فطری امر ہے، بقول حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کہ ہر اختلاف نہ مذموم ہے اور نہ محمود، لیکن مخالفت بہر حال ناپسندیدہ امر ہے، مگر کیا کیا جائے ہمارے دینی، جماعتی اور ملی اداروں میں انتشار در انتشار کے اس مکروہ عمل نے جو طرح ڈالی ہے اللہ علیم وخبیر ہی جانتا ہے کہ اس کی شام کب ہوگی۔

از راہِ تجزیہ ہی سہی آپ نظر ڈالیں اسلام دشمن تنظیموں پر کہ اختلاف رائے وہاں بھی ہوتا ہے، مگر جلدی سے کوئی نیا گروپ وجود میں نہیں آتا بلکہ اپنے مزعومہ کاز کے تحفظ کی خاطر جذبات کو قربان کر دیا جاتا ہے، دوسری طرف ہم ہیں کہ شرعی ہدایات کے جاننے سمجھنے اور مکلف ہونے کے باوجود چھوٹے موٹے مسائل پر بھی انقلاب زندہ آباد کا نعرہ بلند کر کے مخالفتوں کا طوفان برپا کر دیتے ہیں، اور احسان شناسی کا ہمارا درجۂ حرارت بالکل صفر ہو جاتا ہے، خیر یہ قصۂ درد تو جملہ معترضہ کے طور پر یہاں آ گیا تھا، تذکرۂ خیر تھا ہمارے حضرت حافظ شبیر احمد صاحب کا کہ انہوں نے جامعہ سے ایسی مخلصانہ وابستگی اختیار کی جو دم واپسیں تک برقرار رہی۔ وہ اشرف العلوم اس کے انتظام، اہل تدریس اور متعلمین سے ٹوٹ کر محبت فرماتے تھے، احقر کی ان سے پہلی ملاقات بندہ کے اشرف العلوم میں مدرس ہونے کے چند ماہ بعد اس وقت ہوئی جب وہ کسی میٹنگ میں شرکت کیلئے یہاں تشریف لائے تھے، غالباً وہ ناچیز سے غائبانہ تعارف رکھتے تھے، چنانچہ دفتر کے ایک صاحب کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ میں ان سے فرصت ہونے پر ملاقات کروں تعمیل ارشاد میں بندہ حاضر ہوا تو نام سنتے ہی بغل گیر ہو گئے اور مبارک بادی پیش کرنے لگے، بعد ازاں رسمی گفتگو کے دوران انہوں نے اپنے وسیع تجربات کی روشنی میں کچھ اہم باتیں بھی ارشاد فرمائی جس سے اندازہ ہوا کہ وہ یہاں کے بڑے خیر خواہ اور مخلص مشیر ہیں، اس کے بعد تو ان سے محبت کا ایک رشتہ سا قائم ہو گیا، مجلس شوری کے اختتام و آغاز پر حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کبھی ناچیز کو طلب فرماتے تو وہاں بھی ان سے علیک سلیک ہو جاتی، انہیں مدرسہ کی تاریخ از بر تھی، ویسے بھی انہوں نے یہاں کے خیر القرون کا جلوہ

جہاں آراء مشاہد کیا تھا، جب حضرت قاری صاحبؒ نے ہر قسم کے تحفظات سے بے پرواہ ہوکر علم وکمال کے دھنی اور غمگساران ملت یہاں رکھ چھوڑے تھے، حضرت قاری صاحب کی بھی پہلی اور آخری خواہش یہی رہتی کہ ان کا لگایا ہوا یہ چمن شاداب رہے، آباد رہے، پھلے اور پھولے، اس کی بہاروں پر کبھی خزاں کا سایہ نہ پڑے، اس کے پھل کھانے اور کھلانے والے بھی سدا سکھی اور خوش وخرم رہیں، آج اگر ان کے مثالی انتظام کی خوشبو دور تک پھیلی ہوئی ہے اور ان کے خون جگر سے سینچا ہوا یہ باغ اپنی بہاروں پر نازاں ہے تو حافظ شبیر احمد جیسے مخلص اور وفادار ساتھیوں کا انتخاب بھی ان کی افرادشناسی کا ایک نمونہ تھا جنہیں دیکھ کر حضرت قاری صاحب کی خداداد صلاحیتوں کا استحضار ہی بڑھتا تھا۔

حافظ شبیر احمد وغیرہ یہ وہ حضرات تھے جنہوں نے گویا یہاں کے ملی دور میں ادارہ کی نیک نامی کو مضاعف کیا اس کی ترقیات کے ماسٹر پلان کی تعمیل کی۔ بقدر کفاف مشاہرات پر قناعت لیکن کام کی انجام دہی، ادارہ کے تئیں خلوص وہم دردی اور وفاداری کی ایک مثال قائم کر گئے

ہائے کیا لوگ تھے جو راہِ وفا سے گذر گئے

ماشاء اللہ حافظ صاحب نے طویل عمر پائی، حدیث میں طول عمر اور حسن عمل کے سنگم پر بشارت سنائی گئی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: طوبیٰ لمن طال عمرہ وحسن عملہ فلہ الجنۃ او کما قال باقی ان کی تدریسی وانتظامی خدمات بھی قابل رشک ہیں، ان کی پوری زندگی کتاب اللہ کی اشاعت وتبلیغ میں صرف ہوئی، وہ فرض شناس منتظم، بافیض استاذ اور دین وملت کے مخلص خادم تھے، ان سے استفادہ کرنے والوں میں اپنے زمانہ کے علماء، قراء، حفاظ اور محدثین بھی ہیں جو ان شاء اللہ ان کیلئے فال نیک ہیں۔

ابھی پندرہ جنوری کو میر کارواں حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب کی معیت میں برائے تعزیت حضرت مرحوم کے جانشین بھائی غفران انجم سے ملاقات کیلئے ان کے گھر جانا ہوا تو پورے سفر میں حافظ صاحب مرحوم کی یادیں اور باتیں دل ودماغ پر مستولی رہیں، یہ محزون اور شکستہ دل اب یہی کہتا ہے کہ بار الٰہ تو اپنے اس مخلص خادم دین کو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے زمرہ میں شامل فرما اور ان کے اخلاف واہل تعلق کو صبر وشکیبائی موفق فرما آمین۔

کل تعداد طلبۂ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ۱۴۳۹ھ

شعبۂ افتاء	15	تعداد جونئر ہائی اسکول	125
جماعت دورۂ حدیث شریف	101	تعداد پرائمری	372
جماعت مشکوۃ شریف	81	نعمت الصالحات (گرلز) جونئر ہائی اسکول (محلّہ غلام اولیاء)	221
جماعت مختصر المعانی	40	نعمت الصالحات (گرلز) جونئر ہائی اسکول محلّہ کوٹلہ	228
جماعت شرح جامی	30	شاخ فیضان رشید (متصل مزار حضرت گنگوہیؒ)	196
جماعت کافیہ	39	دار العلوم نانوتہ شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی	60
جماعت میزان الصرف	43	دار التوحید والسنۃ مقام کلیر شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی	35
شعبۂ اجراء فارسی	78	کل تعداد مقامی طلبہ	1237
شعبۂ حفظ	226	کل تعداد طلبہ	1900
دار العلوم نانوتہ درجۂ حفظ	10		
کل تعداد بیرونی طلبہ	663	کل تعداد مدرسین وملازمین	100

جامعہ کے اہم فوری منصوبے اور خرچ کا تخمینہ

دار الطعام برائے طلبہ جامعہ ہذا۔	57,00000
جامعہ نعمت الصالحات (گرلز ہائی اسکول) کی تعمیر۔	50,00000

اپیل:

ملت کے دردمند غیور اور مخیّرین حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ ادارہ کے ان تمام منصوبوں کی تکمیل کیلئے ادارہ کی تعمیرات وترقیات میں بھرپور حصہ لیکر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں اور ادارہ کی حفاظت وترقی کیلئے اپنی مخصوص دعائیں اور توجہات بھی مبذول فرمائیں، جزاکم اللہ خیرا فی الدارین (ادارہ)۔

جہانِ کتب

رئیسِ جامعہ ونگرانِ اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی دامت برکاتہم کی

بعض اہم تصنیفات

مطبوعہ

(۱) سید المحدثین
(۲) تذکرہ اکابر گنگوہ (دو جلدیں)
(۳) تحفۂ مؤمن
(۴) فضائل سید المرسلین
(۵) فضیلتِ علم وحکمت
(۶) فوائدِ شریفیہ
(۷) تصوف کیا ہے؟
(۸) فضیلتِ تقویٰ
(۹) کیا ذکرِ جہری حرام یا مکروہ ہے؟
(۱۰) راہِ عمل (عربی)
(۱۱) راہِ عمل (اردو)
(۱۲) راہِ عمل (انگلش)
(۱۳) خیر الکلام فی مسئلۃ القیام
(۱۴) ایمان اور اسکے تقاضے
(۱۵) مکاتیب حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ
(۱۶) عمامہ کی عظمت وافادیت
(۱۷) مکتوبات فقیہ الامت (حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ)

غیر مطبوعہ

(۱۸) فضائل دعوت وتبلیغ
(۱۹) قبائح تکبر، محاسن تواضع
(۲۰) خطباتِ خالد
(۲۱) سوانحِ شریف
(۲۲) جامع ترمذی کی شرح
(۲۳) الایمان ومتطلباتہ (عربی)
(۲۴) جبالِ علم وعمل
(۲۵) تحفۃ المسافرین
(۲۶) قرآن کریم کی سورتوں کا خلاصہ

ناشر مکتبۂ شریفیہ گنگوہ

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، سہارنپور یوپی